آفاقی معلومات کا علمبردار

ماہنامہ روحانی

آئینہ قسمت ®

دسمبر ۲۰۱۱

سید انتظار حسین شاہ

Scanned with CamScanner

بیاد حضرت میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ پیر بھائی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لاہور

بانی ادارہ منجم اعظم الحاج سید ناظر حسین شاہ زنجانی

A.B.C سے باقاعدہ منظور شدہ اشاعت

آفاقی علوم کا علمبردار

ماہنامہ روحانی آئینہ قسمت ® لاہور

جلد نمبر 64 DECEMBER 2011 شمارہ نمبر 09

جانشین خاندانِ زنجانیہ عالیہ
شہزادہ سیّد مصوّر علی شاہ زنجانی
شہزادہ سیّد محمد علی شاہ زنجانی
شہزادہ سیّد محسن علی شاہ زنجانی

چیف ایڈیٹر
شہزادہ سید انتظار حسین شاہ زنجانی

ایڈیٹر
شہزادہ سید مصور علی زنجانی

سب ایڈیٹر
شہزادہ حافظ سید محسن علی زنجانی

مینجنگ ایڈیٹر
شہزادہ سید محمد علی زنجانی

اعزازی ایڈیٹر
ڈاکٹر اعجاز حسین بٹ

مجلس مشاورت
مخدوم سید چن پیر قادری
مخدوم سید طاہر سجاد زنجانی
چودھری واجد علی خان
کرنل (ر) سید اکبر علی شاہ
میجر (ر) خالد اسمٰعیل قاضی
ڈاکٹر اجمل نیازی
شجاعت ہاشمی (آرٹسٹ)
وسیم جعفری
افتخار احمد (جیو)
علامہ صمصام الدین
پروفیسر توفیق بٹ
محمد سلیم نقشبندی

مشیر قانونی
طالب علی غضنفر ایڈووکیٹ
محمد عامر چوہان ایڈووکیٹ

کمپوزنگ
شہزاد شاکر۔ منصور احمد

سرکولیشن مینیجر
منظور علی

معاون
عبدالعزیز

نوحہ	2
اداریہ	3
عالمی وسیاسی پیش گوئیاں	6
سال کا آخری گرہن	7
سفرنامہ شاہ زنجانی	10
زائچہ عمران خان	13
اعمال شب عاشور+روز عاشور	14
دربار مصطفائی کا روحانی فیض	16
گرہن کے اعمال	19
آئمہ طاہرین کا پہلا سیاسی دور	22
شہادت زار کربلا	28
لبیک یاحسینؑ	30
یاثارۃ الحسینؑ	32
امام سجاد مسجد شام میں	35
واقعہ کربلا کے بعد فتح کس کی؟	36
جناب زینبؑ دربار یزید میں	38
امام زمانہ نے خاک شفا عطا فرمائی	42
منقبت+سلام	43
سرپرست حضرت سید سجاد	44
نوحہ	55
علی کی بیٹی	56
سلام+شب عاشور	57
انعامی نمبر کتاب سے ایک صفحہ	58
مقدر کا سکندر+دسمبر کے انعام آپکے نام	59
اندھا قانون	60
آپ کا ماہ کیسا رہے گا؟	61
قلمی دوستی	69
اشتہارات	70
فہرست کتب	72

عارف بازار لاہور والا
0334-7193958

قیمت 60 روپے
سالانہ چندہ 650 روپے
لائف ممبرشپ 7500 روپے
لائف ممبرشپ 800 ڈالر
For 12 Years

بیرون ممالک سالانہ چندہ
مڈل ایسٹ 6000 روپے
انڈیا ایران سری لنکا 6000 روپے
یورپ فار ایسٹ 7000 روپے
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا 8000 روپے

ہیڈ آفس کاشانہ زنجانی D-125 گلبرگ II لاہور
فون: 042-35752277, 35872277 فیکس: 042-35755253
موبائل: 0300-9483758

برانچ آفس کاشانہ زنجانی آرام باغ روڈ کراچی 74200
فون: 021-32217544

آئینہ قسمت میں چھپنے والے مضامین بحق ادارہ محفوظ ہیں بغیر اجازت شائع کرنا قانوناً جرم ہے۔ کسی بھی ایسے فرد کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

سید انتظار حسین زنجانی ایڈیٹر/ پبلشر نے حیدری پریس ریلوے روڈ لاہور سے چھپوا کر کاشانہ زنجانی D-125 گلبرگ 2 لاہور سے شائع کیا

Scanned with CamScanner

آلِ نبی کا تم نے گھر بار کیوں جلایا
قیدی بنا کے تم نے در در انہیں پھرایا
کیا جرم اور خطا تھی جس کی انہیں سزا دی
دن میں سکوں کہاں تھا شب کو بھی جو جگایا
کیوں پھیر لیں ہیں نظریں مہمان ہے تمہارا
مہماں بنا کے تم نے نیزے پہ سر چڑھایا
بے گور کفن تھے لاشے بھی کربلا میں
تپتی ہوئی زمیں پر تم نے انہیں لٹایا
روتی تھیں یاد کر کے بالی سکینہ سر کو
آیا ہے سر اسی دم جس دم اسے بلایا
چادر کہاں سے لائیں کیسے وہ منہ چھپائیں
دربار میں جو آئیں بالوں سے منہ چھپایا
ماتم کناں ہیں مظہر ذکر حسین سن کر
اہلِ شباب تم نے نوحہ انہیں سنایا

☆.....☆.....☆

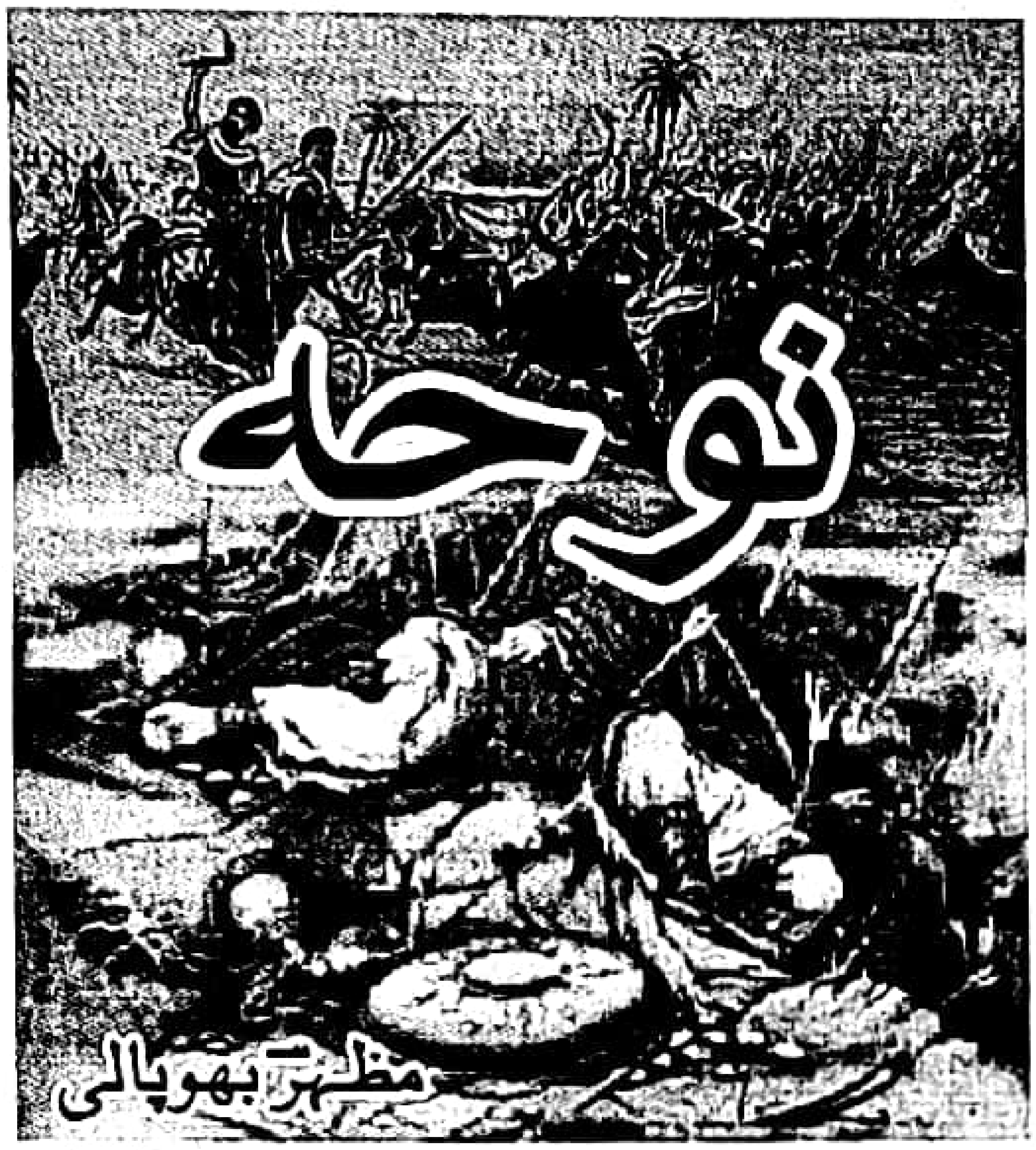

اے کوفیو نہ بھائی سے میرے دغا کرو
زہرؑا کے دل کا چین ہے نہ تم دغا کرو
کیا جانتے نہیں ہو یہ جنت کا پھول ہے
گر جانتے ہو اس کو تو اس سے وفا کرو
اے شام والو تم نے ہی چھینی مری ردا
بیٹی ہوں میں بتول کی کچھ تو حیا کرو
تھوڑی سی دیر ٹھہر تو جا فوج اشقیا
اہلِ حرم کے سامنے سر نہ جدا کرو
رخصت کے وقت شاہ نے زینبؑ سے یہ کہا
بالوں کو اپنے کھول دو ماتم بپا کرو
اہلِ شباب سے بھی ہے مظہر کی التجا
ذکرِ حسینؑ سن کے تو آنسو عطا کرو

☆.....☆.....☆

زنجانی جنتری 2012ء کی اشاعت اور شرفِ زحل کا تحفہ

شرف مشتری 12 سال بعد، شرف زحل 30 سال بعد آتا ہے۔ صاحبانِ علوم مخفیہ اس وقت کو بھلا کیسے ہاتھ سے جانے دے سکتے ہیں۔ شرف زحل جس نے جیسے بنایا اس کو
مبارک ہو۔ کسی نے تحت الشعاع میں شرف زحل بنایا، کسی نے 2½ درجہ، کسی نے پانچ درجہ تا دس درجہ اور کسی نے 15 درجے زحل کے شمس سے طلوع ہونے کا انتظار کیا۔ کچھ لوگوں
نے شرف زحل اور عکس شرفِ زحل کو تنقید کا نشانہ بنایا، سستی شہرت حاصل کی اور پھر آئینہ قسمت کا شکریہ بھی ادا کیا۔ ہم اس بحث کو پہلے ہی تمام کر چکے ہیں۔ آئینہ قسمت کے علاوہ دیگر
رسائل کے صفحات مفید اور تعمیری کاموں کے لیے وقف ہونے چاہئیں۔ اسی سبب اشاعت کے لیے آئے ہوئے جوابات جناب سیّد انور فراز، جناب غلام رضا عسکری، جناب
فضل محمود نقاش کو اشاعت سے روک دیئے ہیں اور ان سے ان مضامین کی اشاعت کے لیے معذرت کر رہے ہیں۔ ہم سب دوستوں کے مشکور ہیں جنہوں نے شرف زحل تحت
الشعاع کے موضوع میں تعمیری دلچسپی لی اور اپنے نظریات و خیالات و افکار نجوم سے قارئین کو آگاہ کیا۔ مجھے اپنے طالب علمی کا زمانہ تقریباً 10/11 سال قبل کا یاد آیا جب ستارہ
مشتری کو شرف ہوا تھا تو بزرگوار شاہ زنجانی نے پانچ روپے کا **شرفِ مشتری کا نوٹ** تیار کیا تھا۔ اس روحانی عمل سے ہزاروں لاکھوں پاکستانی عوام کے چہرے
خوشیوں سے کھل گئے تھے، جو مہنگی لوح مشتری خریدنے کی سکت نہ رکھتے تھے اور اس مرتبہ بھی یہ سعادت ادارہ آئینہ قسمت ہی کا مقدر بنی ہے۔ پاکستانی عوام جو حکومتی
پالیسیوں کے سبب پہلے ہی ڈپریشن زدہ ہے۔ انہیں خوشی بانٹنے کے لیے شرف زحل کی سعادت کو کمال علمی ہنر مندی، صدق خلوص، سچائی اور بے لوث ہو کر سمیٹ لیا گیا ہے اور
شرفِ زحل کا حصول قارئین آئینہ قسمت، زنجانی جنتری 2012ء، 12 امامیہ جنتری 2012ء اور البیرونی تقویم 2012ء کے لیے آسان بنا دیا گیا ہے۔
زنجانی جنتری 2012ء کا مطالعہ کریں اور اپنی **شرفِ زحل کی لوح تحفۃً (مفت)** حاصل کرنے کا آسان طریقہ معلوم کریں۔ خاندانِ زنجانیہ عالیہ
کے جدامجد کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: آگاہ ہو جاؤ! میرے اہل بیت تم لوگوں کے لیے نوح کی کشتی کی طرح ہیں، جو اس میں سوار ہوا، اس نے نجات پائی
اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا، وہ ہلاک ہوا۔ (مشکوٰۃ۔573)۔ حد یہ درود و سلام پڑھ کر اس عمل میں شامل ہو جائیں۔ جو خود آپ اور ہم سب کا خالق اور مالک
بھی نجانے کب سے بجا لا رہا ہے اور کب تک بجا لاتا رہے گا۔ درود شریف مندرجہ ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّۃِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰبَائِہٖ فِیْ ھٰذِہِ
السَّاعَۃِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ وَّلِیًّا وَّ حَافِظًا وَّ قَائِدًا وَّ نَاصِرًا وَّ دَلِیْلًا وَّ عَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ
طَوْعًا وَّ تُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلًاo اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَجِّلْ فَرَجَھُمْ۔

(ترجمہ): شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحمٰن و رحیم ہے۔ اے معبود، محافظ بن جا اپنے ولی حضرت حجت ابن الحسینؑ کا۔ تیری رحمت نازل ہو ان پر اور
اُن کے آباء گرامی پر اس لحہ میں اور ہر آنے والے لحہ میں بن جا اُن کا مددگار، نگہدار، پیشوا، حامی، رہنما اور نگہبان، یہاں تک کہ تو لوگوں کی چاہت سے اپنی زمین
کو حکومت دے اور مدتوں اس پر برقرار رکھے۔ اے معبود رحمت نازل فرما حضرت محمدؐ اور حضرت محمدؐ کی آل پر اور ان کے ظہور میں تعجیل فرما۔ (آمین)

حسینؑ کا اعجاز دیکھئے

کوئی بھی شخص سارا سال اپنے بزرگوں، اقرباء کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے نہ جائے مگر عید، شب برأت اور خصوصاً 10/9 محرم وہ ضرور قبرستان جا کر اپنے گذشتگان کی قبروں
کی تعمیر و مرمت، پھول نچھاور کرنا، فاتحہ نیاز کا اہتمام ضرور کرتا ہے۔ کراچی ٹول پلازہ کے پاس ایک قبرستان "وادیٔ حسینؑ" ہے۔ جس پر بیرونِ ملک رہنے والے لوگ
اپنے احباب کی قبروں پر آن لائن فاتحہ پڑھ سکتے ہیں۔ (جبکہ ہمارے اہل تشیع بھائی اپنے بزرگوں سے زیادہ رسولؐ کے غم میں شامل ہو کر نواسہ رسولؐ کا پُرسہ دیتے ہیں۔)
قرآن پاک میں بھی مرنے سے پہلے وصیت کا حکم ہے اور حسینؑ نے بھی کربلا میں اپنے انصار کو وصیت فرمائی۔ مومنین کی راہنمائی کے لیے اگلے صفحات پر ہم ایک
وصیت نامہ کا خاکہ پیش کر رہے ہیں اور یہ بھی نواسۂ رسولؐ ہی کا اعجاز ہے کہ انہوں نے فلسفہ شہادت حق کو عیاں کر دیا۔ (شہزادہ سیّد مصور علی زنجانی 15/11/11)

Scanned with CamScanner

وصیت نامہ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ

تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہو بشرطیکہ وہ کچھ مال چھوڑ جائے تو

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ (البقرہ:۱۸۰)

ماں باپ اور قرابتداروں کیلئے اچھی وصیت کرے جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان پر یہ ایک حق ہے

میں............ابن/بنت............اپنے ورثاء پسماندگان کو وصیت کرتا/کرتی ہوں

دو عادل گواہوں کے سامنے (۱)............ابن............

(۲)............ابن............ ☆ موت برحق ہے

موت کسی وقت بھی آسکتی ہے | میں اپنا عقیدہ لکھ رہا/رہی ہوں اور میں اس بات کی گواہی دیتا/دیتی ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔

☆ میرا عقیدہ اور یقین ہے کہ موت برحق، قبر برحق، سوال منکر و نکیر برحق، برزخ برحق، قیامت برحق، محشر برحق، حساب و کتاب برحق ہے، میزان برحق ہے، محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ولایت کا سوال برحق ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی شفاعت برحق ہے پلِ صراط سے گزرنا برحق، جنت برحق، دوزخ برحق ہے۔

☆ اسلام میرا مذہب ہے قرآن مجید میری کتاب ہے کعبہ میرا قبلہ ہے چہاردہ معصومین علیہم السّلام میرے پیشوا میرے ہادی اور انشاء اللہ بروزِ حساب میرے شفیع ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۲) حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السّلام (۳) حضرت امام علی علیہ السّلام (۴) حضرت امام حسن علیہ السّلام (۵) حضرت امام حسین علیہ السّلام (۶) حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام (۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام (۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام (۹) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام (۱۰) حضرت امام علی رضا علیہ السّلام (۱۱) حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام (۱۲) حضرت امام علی نقی علیہ السّلام (۱۳) حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام (۱۴) حضرت امام محمد مہدی علیہ السّلام

میں چہاردہ معصومینؑ کی محبت اور اطاعت کا اقرار کرتا/کرتی ہوں اسی اقرار پر زندہ ہوں اور اسی اقرار پر مروں گا/گی انشاء اللہ!

☆ میں امام زمانہؑ کے ظہور میں تعجیل کی دعا کرتا ہوں اور آپ کو ان کے نائبین اور علمائے حقہ سے وابستہ رہنے کی وصیت کرتا ہوں

Scanned with CamScanner

☆ میں آپ سے التجا کرتا/کرتی ہوں کہ آپ لوگ بھی عقیدہ حقہ پر قائم رہنا اور اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو امام زمانہؑ کا دورِ حکومت نصیب ہو تو میرا اسلام پہنچا دینا۔

مجھ سے کسی کے حق میں خطا و زیادتی اور غیبت ہوگئی ہو تو مجھے معاف کردیں

☆ دنیا فانی ہے کوئی یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں آیا یہ گزرگاہ ہے تم بھی غافل نہ ہونا دنیا کیلئے آخرت تباہ نہ کرنا اور اپنے آپ کو آخرت کے لئے تیار کرنا اور حقوق شرعیہ کی ادائیگی کرتے رہنا

☆ آپس میں محبت و اتفاق رکھنا اسی میں برکت ہے۔ میری قضا نمازیں، قضا روزے، خمس اور زکوٰۃ (جو ادا نہ ہوئے ہوں وہ ادا کروائے جائیں) میرے لئے جہاں تک ہوسکے کارِ خیر، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، دعائے مغفرت، صدقات، مجالس برپا کرتے رہا کریں۔ (جزاکم اللہ)

☆ جب میری موت واقع ہوجائے تو مجھے غسل و کفن دیا جائے۔ غسل و کفن دینے کے بعد میرے کفن میں خاکِ شفا و دعائے جوشن کبیر اور شہادت نامہ (جو کہ لٹھا پر زعفران اور اور آبِ زم زم سے لکھا ہوا اور جس پر چالیس مومنین کے دستخط ہوں) رکھ دیں اور جَرِیدَتَین (دو سبز شاخیں) بھی میرے کفن میں رکھیں مجھے دفن کرنے سے پہلے زیادہ سے زیادہ صدقہ دیں اور مجھے دفن کرنے کے بعد نمازِ وحشت قبر پڑھوائی جائے کیونکہ قبر میں اوّل شب میت کیلئے وحشت ناک ہوتی ہے۔

☆ میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ، مال، جائیداد، زیور، نقدی وغیرہ مندرجہ ذیل طریقہ سے اسلامی شریعت کے مطابق تقسیم کیا جائے تقسیم ترکہ کے حوالے سے چند ضروری وصیتیں درج ذیل ہیں

____

____

____

____

____

____

__________ دستخط وصیت کنندہ __________

اقتدار کی راہداریوں میں تحریکِ انصاف کے چیئرمین عمران خان کا سفر

غیر معمولی زائچہ ـــ غیر معمولی شخصیت ـــ غیر معمولی سیاست

عمران خان کب پاکستان کے ایوانِ اقتدار پر قابض ہونگے

آسٹرالوجر
شہزادہ سید محمد علی زنجانی

میرے محترم سید انور فراز صاحب نے عمران خان پر "ماہنامہ آئینہ قسمت ماہِ جون" لاہور میں آٹھ صفحات پر طویل زائچہ مرتب کیا تھا، اس زائچہ کو قارئین کیلئے اختصار کیساتھ پیش کیا جارہا ہے

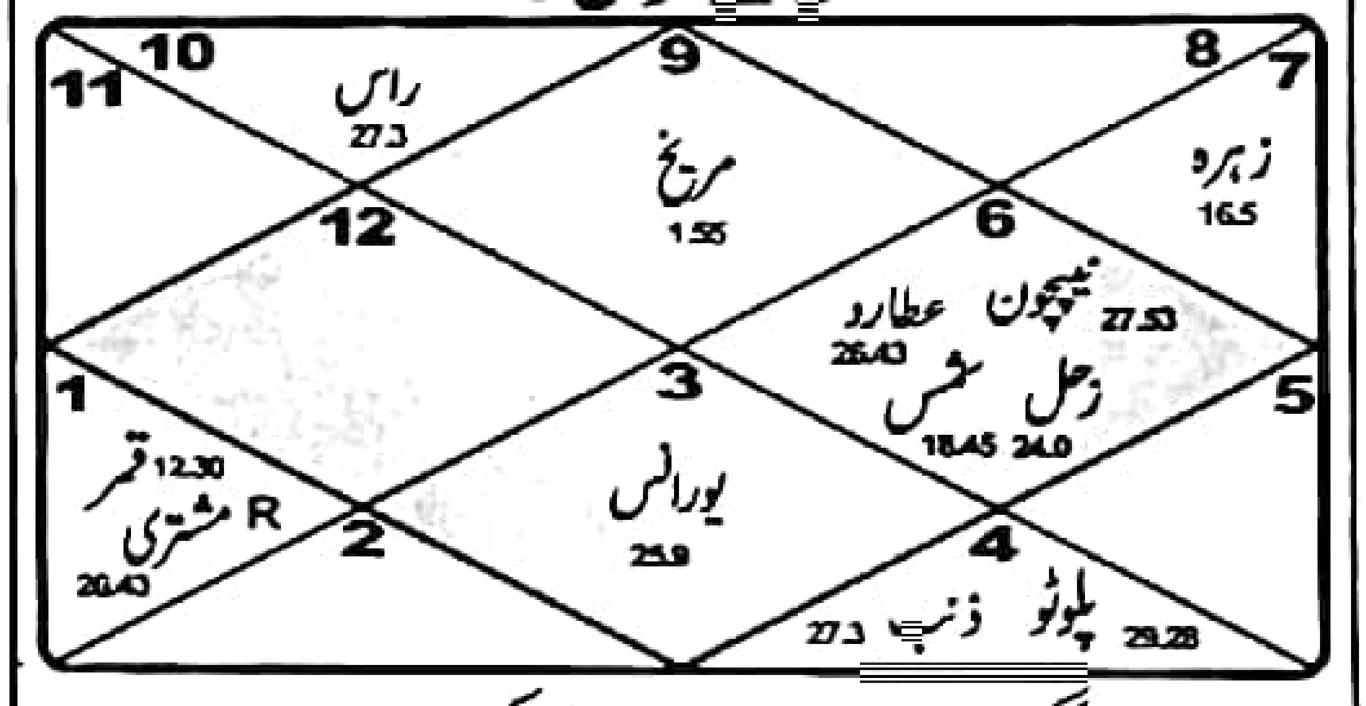

بوقت 11 بجکر 45 منٹ دوپہر، 05 اکتوبر 1952ء، لاہور

پاکستان کے جینوین ترین دانشور کا خیال ہے کہ عالم اسلام ہو کہ سرزمین پاکستان لیڈر شپ کا قحط الرجال ہی اس زوال کا سبب بن جاتا ہے جو قوم بھی ازلی اور ابدی خالق کے پیغام کو فالو کرتی ہے وہ ترقی کے زینے طے کرتے چلی جاتی ہے اور جو بھی اس سے انحراف کی راہ اپناتی ہے وہ تحت الثریٰ میں اُتر جاتی ہے۔ لیڈر ہو کہ موجود...... ٹیچر ہو کہ راہبر...... اخلاص اور نیت بنیادی شرط ہے۔

عزیزانِ من! کسی غیر معمولی زائچے کی ریڈنگ خاصا مشکل اور طولانی کام ہے۔ 3 ستمبر 2011ء سے قمر کا دور اصغر شروع ہوگا جو بہرحال ایک آسان دور نہیں ہے، یہ دور 4 مارچ 2013ء تک رہے گا۔

قمر زائچے کے پانچویں گھر میں مشتری کے ساتھ گج کیسری یوگ بنا رہا ہے، ماضی میں قمر کا دور اکبر 1979ء سے 1989ء تک رہا ہے اور یہ بہرحال مشکلات کا دور تھا جس میں صحت کے مسائل بھی نمایاں ہوئے تھے مگر اسی دور میں وہ قومی ٹیم کے کپتان بھی مقرر ہوئے تھے خصوصاً اس وقت جب قمر کے دور اکبر میں مشتری کا دور اصغر آیا، چناں چہ قمر کے دور میں کامیابیوں کا حصول سخت محنت اور جدوجہد کے بعد ہی ممکن ہو سکے گا اور عمران خان کو اپنے نظریات پر کچھ سمجھوتے بھی کرنا پڑیں گے شاید انہیں بھی ابھی سے اس حقیقت کا احساس ہو چلا ہے۔

راہو کے دور اکبر میں قمر کا دور اصغر 3 ستمبر 2011ء سے شروع ہوگا اور اس میں قمر کا ذیلی 19 اکتوبر تک رہے گا، یہ یقیناً مشکل فیصلے کرنے کا وقت ہوگا، اس وقت صحت کے مسائل بھی توجہ طلب ہوں گے، 19 اکتوبر سے سیارہ مریخ کا دور صغیر شروع ہوگا، یہ نئی توانائی اور مقتدر حلقوں کی جانب سے مدد و تعاون لائے گا، صحت بہتر ہو سکے گی، 20 نومبر سے پھر راہو کا دور صغیر ہوگا جو مسائل اور صحت کی خرابیاں لا سکتا ہے، البتہ 10 فروری 2012ء سے مشتری کا دور صغیر نہایت خوش آئند اور خوش گوار ہو سکتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کے آخر تک عمران خان اور ان کی پارٹی ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی، یہ الگ بات ہے کہ اس مقام کے حصول کے بعد آنے والی ذمہ داریاں کس قدر اہمیت کی حامل اور مشکلات کا باعث ہو سکتی ہیں تو بہرحال چوں کہ پیدائشی زائچہ ایک مضبوط پوزیشن کا حامل ہے اور جیسا کہ ہم نے نشان دہی کی ہے کہ زائچے میں نحوستوں کا سدباب کرنے والا ارشٹا بھنگ یوگ موجود ہے تو یقین کرنا چاہیے کہ عمران خان تمام مشکلات پر قابو پاتے ہوئے ایک شان دار مستقبل کی طرف گامزن رہیں گے، واضح رہے کہ اس سال یا آئندہ سال ان کے اقتدار میں آنے کے بارے میں شکوک و شبہات ہو سکتے ہیں کیوں کہ راہو کے دور اکبر میں قمر کا دور اصغر مکمل طور پر سعادت اثر نہیں ہے، اگر وہ اقتدار میں آ بھی گئے تو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن 23 مارچ 2014ء سے ان کے زائچے میں مشتری کا دور اکبر شروع ہوگا پھر شاید انہیں اقتدار میں آنے سے روکنا کسی کے بس میں نہیں رہے گا، 16 سالہ دور مشتری یقیناً ایک ایسا دور ہوگا جس میں انہیں وہ تمام عزت و وقار حاصل ہوگا جو وہ چاہتے ہوں گے اور جس کے وہ مستحق ہوں گے۔

عمران خان بنیادی طور پر ضدی، سرکش اور اپنی دھن کے پکے انسان ہیں، وہ خطرات کی اور انجام کی پروا نہیں کرتے، اپنے نظریات میں نہایت کٹر اور سمجھوتا نہ کرنے والا رجحان رکھتے ہیں، فی الحال ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ وہ اقتدار میں آ سکتے ہیں یا نہیں؟ لیکن ان کا غیر معمولی زائچہ یہ ضرور ظاہر کرتا ہے کہ وہ غیر معمولی کردار ادا کرنے والے اور کوئی کارنامہ انجام دینے والی شخصیت ضرور ہیں اور ایسے لوگ اپنا یادگار کردار ادا کرکے تاریخ میں امر ہو جاتے ہیں، اگر انہیں اقتدار میں آنے کا موقع مل گیا تو یقیناً ان کی کارکردگی اپنے ذاتی مفادات سے بالاتر رہے گی، ان کی شخصیت مندرجہ ذیل مشہور شعر کی آئینہ دار ہے:

مفاہمت نہ سکھا جبرِ ناروا سے مجھے
میں سربکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

Scanned with CamScanner

اعمالِ شبِ عاشور

☆امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جو شخص شب عاشور گریہ و زاری کیساتھ شب بیداری کرے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہے تو وہ بروز قیامت شہدائے کربلا کی طرح اپنے خون میں آلودہ محشور ہوگا
☆روایت میں ہے کہ اس رات میں کی گئی عبادت ستر سال کی عبادت کے برابر ہے۔
☆اس رات ذکرِ الٰہی و قرآن مجید کی تلاوت کرنا مغفرت و بخشش کا موجب ہے۔
☆کتاب مصباح کفعمیؒ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی شبِ عاشور (اور روزِ عاشور) چار رکعت نماز دو دو رکعت کر کے پڑھے گا تو اسکے پچاس سال کے گناہانِ صغیرہ و کبیرہ بخشے جائیں گے ہر رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد پچاس مرتبہ سورۂ توحید پڑھے۔
☆نماز کے بعد درج ذیل تسبیحات مع ذکر اور استغفار ستر مرتبہ پڑھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے پاک ہے اللہ اور حمد اللہ ہی کے لئے ہیں اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ بزرگ تر ہے

وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ

اور نہیں کوئی حرکت و قوت ماسوائے اللہ بلند برتر صاحب عظمت کے میں مغفرت چاہتا ہوں اپنے رب اللہ سے اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں

☆اس رات شب بیداری کے ساتھ درج ذیل کلمات کا پڑھنا اجرِ عظیم اور خوشنودیٔ امام مظلومؑ کا موجب ہے

یَا لَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ مَعَکُمۡ فَاَفُوۡزَ مَعَکُمۡ فَوۡزًا عَظِیۡمًا اے کاش میں آپ کے ساتھ ہوتا میں بھی کامیاب ہوتا بہت زیادہ کامیاب

☆اس رات امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کے قاتلوں پر اس طرح لعنت بھیجے۔

اَللّٰھُمَّ الۡعَنۡ قَتَلَۃَ الۡحُسَیۡنِ وَاَصۡحَابِہٖ۔ اے اللہ امام حسینؑ اور انکے اصحاب کے قاتلوں پر لعنت بھیج

فضیلت زیارت: حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جو شخص شب عاشور (اور روزِ عاشور) زیارت امام حسینؑ بجالائے تو ایسا ہے کہ گویا وہ آپ کی نصرت میں آپ کے سامنے شہید ہوا ہو۔

طریقہ: آستین کو کہنیوں تک اُلٹ کر سر ننگے گریبان کھول کر زیر آسمان با چشم گریہ کربلا کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے یہ درج ذیل مختصر زیارت یا زیارتِ وارث جو صفحہ (۱۷۸) پر درج ہے پڑھے زیارت کے بعد دو رکعت نماز بجالائے۔

مختصر زیارت امام حسینؑ

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا اَبَا عَبۡدِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا ابۡنَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا ابۡنَ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا ابۡنَ فَاطِمَۃَ الزَّھۡرَآءِ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

Scanned with CamScanner

اعمال روزِ عاشور

☆ روزِ عاشور امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت کا دن ہے یہ دن مومنین کیلئے حزن و ملال کا دن ہے اس دن جو دنیاوی کام کیا جائے اس میں برکت نہ ہوگی۔ اس روز عزادار بغیر روزہ کی نیت سے فاقہ کریں اور بعد عصر فاقہ شکنی کریں آستین الٹ دیں گریبان چاک رکھیں غم امام حسینؑ میں رونا سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو کوئی اس روز گریہ و بکا میں مصروف رہے گا بروز قیامت اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ جو شخص روزِ عاشور کو مصیبت و غم کا دن قرار دے گا تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے لئے خوشی کا دن قرار دیگا۔

☆ روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص آج کے دن لوگوں کو پانی پلاتا رہے تو اس شخص کی مانند ہوگا جس نے حضرت امام حسینؑ کے لشکر کو پانی پلایا اور آپ کے ساتھ کربلا میں موجود رہا ہو۔

☆ کتاب مصباح میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی روزِ عاشور چار رکعت نماز دو دو رکعت کر کے پڑھے گا تو اسکے پچاس سال کے گناہانِ صغیرہ و کبیرہ بخشے جائیں گے ہر رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد پچاس مرتبہ سورۂ توحید پڑھے۔

☆ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی روز عاشور ہزار مرتبہ سورۂ توحید پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر نظر رحمت فرمائیگا حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص بروزِ عاشور حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں پر ہزار مرتبہ اس طرح لعنت کرے گا تو اسے اجر عظیم نصیب ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ الْعَنْ قَتَلَۃَ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ ۔ اے اللہ امام حسین اور انکے اصحاب کے قاتلوں پر لعنت بھیج

خاص عمل: حضرت امام حسینؑ کی طرح عزادار بھی بوقت لاشِ علی اصغرؑ خیمہ لے جانے کی نیت سے جس طرح امام مظلوم نے چند قدم آگے بڑھتے اور چند قدم پیچھے ہٹتے پڑھا تھا یہ نوحہ پڑھے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رِضًا بِقَضَآئِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ

بیشک ہم اللہ کیلئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ہم راضی ہیں اس کی قضا پر اور تسلیم شدہ ہیں اسکے امر پر

☆ روزِ عاشور بوقت زوال آفتاب زیر آسمان سو مرتبہ **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** پڑھنا سال بھر کی سلامتی کا موجب ہے

☆ اس دن زیارتِ وارث زیارتِ عاشور اور دعائے علقمہ کا پڑھنا انصارانِ امام میں سے ہونے کا سبب ہے

زیارت امام حسینؑ: بروز عاشور عزادار سر اور پاؤں ننگے آستین الٹ کر اور گریبان چاک کر کے زیر آسمان مختصر زیارتِ امام حسینؑ جو صفحہ (۲۴۳) پر یا زیارتِ وارث جو صفحہ (۱۷۸) پر درج ہے پڑھے

سلامتی سال کیلئے: اپنی سال بھر کی سلامتی کیلئے یہ دُعا عاشورہ کے دن (بعد عصر) دس مرتبہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ الْحُسَیْنِ وَجَدِّہٖ وَاَبِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَخِیْہِ فَرِّجْ عَنِّیْ مَا اَنَا فِیْہِ

اے اللہ میں تجھ سے حسینؑ انکے نانا انکے والد انکی والدہ اور انکے بھائی کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میں جس مشکل میں ہوں اس سے مجھے نجات دے

Scanned with CamScanner

دربارِ مصطفائی کا روحانی فیض

نظراتِ سیّارگان کے عملیات برائے ماہِ دسمبر 2011ء

آسمانی کونسل میں نظرات سیارگان کی عملیات وتعویذات کی تیاری میں ایسے ہی اہمیت رکھتی ہے جیسے جسم میں روح کی ہو۔ مندرجہ ذیل اوقات تربیع میں نحس اعمال جبکہ تسدیس، تثلیث اور قران (بشرطیکہ قران نحس کواکب کا نہ ہو) میں سعد اعمال کیے جاتے ہیں۔

قارئینِ آئینہ قسمت! چند سال سے آپ نے اس کالم میں تبدیلی محسوس کی ہوگی۔ نظر سیارگان کی ابتداء، انتہا اور خاتمہ کے اوقاتِ عملیات کو شامل کر کے ہم نے عاملین، شائقین عملیات کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے۔ اب یہ الجھن ختم ہوگئی کہ فلاں سیارے کی نظر کب بن کر کب ختم ہوگی۔ اب عملیات کی تیاری میں پورے پورے وقت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ نقشہ ساعت (جو اگلے صفحہ پر ہے) سے جو ہر دن طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے اپنے شہر کے طلوع آفتاب سے متعلقہ ستارے کی ساعت دیکھ کر اس ساعت میں تیار کیا گیا عمل اور بھی مؤثر ہو جاتا ہے۔ سالنامہ زنجانی جنتری 2011ء میں بھی ہم نے اہم سالانہ نظرات سیارگان تفصیلی درج کیے ہیں۔ ہماری خدمت باعث فخر بھی بن سکتی ہے جب آپ وقتاً فوقتاً اپنے تبصروں سے نوازتے رہیں۔

عامل شاہ زنجانی

کسی بھی عمل کی ابتداء سے پہلے 2 رکعت نماز اجمالاً ہدیہ روح حضرت رسالت پناہ ﷺ مع سائر انبیاءؑ عظامؑ اور اولیاء کرامؒ پڑھیں۔ پھر مخصوص بہ نیت رجال الغیب مردانِ خدا جس سمت یہ اس روز کھڑے ہوں ان کی طرف باادب رخ کر کے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اس سمت کھڑی کر کے درج ذیل دعا مع ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ کر سات بار پڑھیں۔ رجال الغیب کی تواریخ کا چارٹ حسب ذیل ہے۔ عمل کرتے وقت رجال الغیب کی جانب اپنی پشت رکھیں۔

جنوب مشرق 01`09`16`24	جنوب مغرب 02`10`17`25	جنوب 03`11`18`26	مغرب 04`12`19`27
شمال مغرب 05`13`20`00	شمال مشرق 06`00`21`28	مشرق 07`14`22`29	شمال 08`15`23`30

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ یَا رِجَالُ الۡغَیۡبِ وَیَا اَرۡوَاحُ الۡمُقَدَّسَۃ اَعِیۡنُوۡنِیۡ بِقُوَّۃٍ وَ انۡظُرُوۡنِیۡ بِنَظۡرَۃٍ یَا رُقَبَاءُ یَا نُقَبَاءُ یَا نُجَبَاءُ یَا اَبۡدَال یَا اَوۡتَاد یَا قُطۡب یَا غَوۡث اَعِیۡنُوۡنِیۡ بِحُرۡمَۃِ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡن

روحانی ماہنامہ آئینہ قسمت میں تمام اعمال نیک نیتی کی بناء پر عاملین وقارئین کے استفادہ کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ جائز کام میں تو اللہ اور اس کا رسولؐ بھی مدد کرتے ہیں۔ ناجائز عمل کرنے سے باز رہیں ورنہ سخت رجعت بھی ممکن ہے۔ بہر حال جب بھی کوئی عمل کریں تو لازم ہے کہ عمل کی رجعت سے بچنے کے لئے 6 کلو چینی، ایک کلو سوجی یا بارہ کلو باجرہ دو کلو چاول اپنے سر سے وار کر رکھ لیں۔ بعد از عمل استعمال سے پہلے کسی بھی قبرستان جا کر عامل شاہ زنجانی کا اور اپنا اہلِ قبور کو سلام عرض کریں اور فاتحہ خوانی کر کے درختوں کی جڑوں میں حشرات الارض کو صدقہ ڈال دیں اور صدقہ ڈالنے کے بعد پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں۔ یہ صدقہ صرف ایک عمل کے لئے ہے۔ دوسرے عمل کے لئے علیحدہ صدقہ دیں۔

Scanned with CamScanner

ساعات کی ترتیب آپ کے شہر کے طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔

شمار	پہلی								دوسری							تیسری							چوتھی	
دن	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴
اتوار	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
پیر	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
منگل	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
بدھ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
جمعرات	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
جمعہ	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
ہفتہ	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ

تربیع شمس مریخ: اس نحس وقت کی ابتداء یکم دسمبر 1 بجکر 3 منٹ، مکمل نظر 2 دسمبر 18 بجکر 7 منٹ اور خاتمہ نظر 4 دسمبر 10 بجکر 39 منٹ پر ہوگا۔ منافقوں، حاسدین کو منتشر کرنے کے لیے ساعت مریخ میں سورۃ لیل کا خالی البطن نقش لکھ کر ویران درخت یا قبرستان میں کسی درخت سے لٹکائیں۔

۷۸۶		
۱۴۶۴	۳۹۰۷	۶۸۸
۳۴۱۹	یہاں مقصد لکھیں	۲۴۴۰
۹۷۶	۱۹۵۲	۲۹۳۱

قران شمس عطارد: اس سعد وقت کی ابتداء 4 دسمبر 3 بجکر 51 منٹ، مکمل نظر 4 دسمبر 13 بجکر 52 منٹ اور خاتمہ نظر 4 دسمبر 23 بجکر 52 منٹ پر ہوگا۔ اپنے کام کاج کی صلاحیت بڑھانے کے لیے نقش نادعلی باپرہیز لکھ کر پاس رکھیں۔

تربیع عطارد مریخ: اس نحس وقت کی ابتداء 4 دسمبر 14 بجکر 56 منٹ، مکمل نظر 5 دسمبر 4 بجکر 18 منٹ اور خاتمہ نظر 5 دسمبر 17 بجکر 49 منٹ پر ہوگا۔ حاسدین کے کاروبار، مشتری کو یا اہل قلم کو بستہ بیمار کرنے کے لیے ضروری ہو تو درج ذیل سورۃ کوثر کا خالی البطن نقش لکھ کر احاطہ قبور میں ساعت مریخ میں دفن کریں، ناجائز ہرگز نہ کریں۔

۷۸۶		
۶۸۷	۱۸۳۸	۲۲۹
۱۶۰۹	یہاں مقصد لکھیں	۱۱۴۵
۴۵۸	۹۱۶	۱۳۸۰

تثلیث زہرہ مریخ: اس سعد وقت کی ابتداء 4 دسمبر 15 بجکر صفر منٹ، مکمل نظر 5 دسمبر 20 بجکر 6 منٹ اور خاتمہ نظر 7 دسمبر 1 بجکر 1 منٹ پر ہوگا۔ دفع فتنہ وفساد ہر قسم، میل ملاقات بڑھانے، پیار والفت کے لیے یہ ایک مکمل نظر ہے۔ نقش سورۃ یوسف کو باپرہیز لکھ کر پاس رکھنا یا درخت انار سے باندھنا نیک ہے۔

(نقش آگے دیا جارہا ہے)

نوٹ: جو بہن بھائی خود یہ اعمال نہ کر سکیں۔ وہ شاہ زنجانی سے رجوع کریں۔

Scanned with CamScanner

تربیع زہرہ زحل: اس نحس وقت کی ابتدا 17 دسمبر 22 بجکر 29 منٹ، تکمیل نظر 18 دسمبر 19 بجکر 18 منٹ اور خاتمہ نظر 19 دسمبر 16 بجکر 6 منٹ پر ہوگا۔ حاسدین میں نفاق، بغض وعداوت، مرد وزن میں فتنہ وفساد پیدا کرنا اگر اشد ضروری ہو تو سورۃ مائدہ کا خالی البطن نقش ساعت مریخ میں سرخ سیاہی سے لکھ کر ساعت زحل میں احاطہ قبور میں دفن کریں۔

۷۸۶		
۲۱۲۱۳۶	۵۶۵۶۹۸	۷۰۷۱۲
۴۹۴۹۸۶	یہاں مقصد لکھیں	۳۵۳۵۶۰
۱۴۱۴۲۴	۲۸۲۸۴۸	۴۲۴۲۷۴

تسدیس شمس زحل: اس سعد وقت کی ابتداء 18 دسمبر 19 بجکر 48 منٹ، تکمیل نظر 19 دسمبر 21 بجکر 24 منٹ اور خاتمہ نظر 20 دسمبر 22 بجکر 57 منٹ پر ہوگا۔ برائے حصول مدعا اور طلب حاجات، ترقی روزگار کے لیے سورۃ یٰسین کا خالی البطن نقش لکھ کر باپرہیز پاس رکھیں۔

(نقش آگے دیا جارہا ہے)

تربیع زہرہ مشتری: اس نحس وقت کی ابتداء 20 دسمبر 12 بجکر 9 منٹ، تکمیل نظر 21 دسمبر 7 بجکر 19 منٹ اور خاتمہ نظر 22 دسمبر 2 بجکر 32 منٹ پر ہو گا۔ ناجائز الفت کے خاتمہ، بگڑے ہوئے شریک حیات کو راہ راست پر لانے کے لیے ساعت زحل میں بھوج پتر پر نقش لکھ کر دو پرانی قبور کے درمیان دفن کریں۔

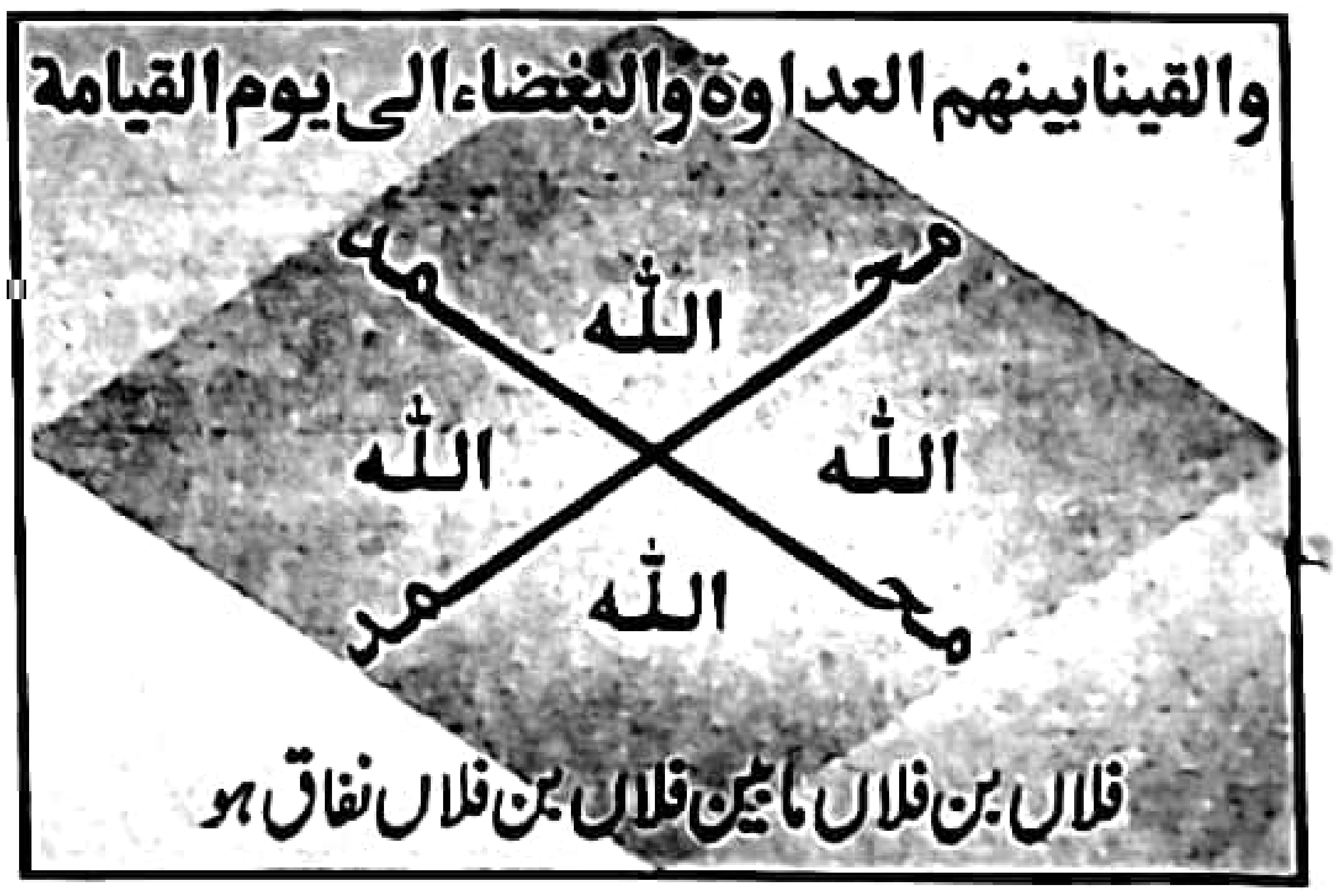

تثلیث شمس مشتری: اس سعد وقت کی ابتداء 21 دسمبر 20 بجکر 17 منٹ، تکمیل نظر 22 دسمبر 19 بجکر 32 منٹ اور خاتمہ نظر 23 دسمبر 18 بجکر 52 منٹ پر ہوگا۔ برائے ترقی دولت، حصول انعامات، نام آوری، نزدیکی سلاطین، حکام، افسران بالا کے لیے سورۃ یوسف یا سورۃ یٰسین کا خالی البطن نقش ساعت شمس یا مشتری میں لکھ کر دو نفل حاجت ادا کرکے باپرہیز پاس رکھیں، نیکی پائیں گے۔

سورۃ یوسف	۷۸۶	
۱۲۵۹۹۴	۳۳۵۹۸۸	۴۱۹۹۸
۲۹۳۹۹۰	یہاں مقصد لکھیں	۲۰۹۹۹۰
۸۳۹۹۶	۱۶۷۹۹۲	۲۵۱۹۹۲

سورۃ یٰسین	۷۸۶	
۵۵۳۵۰	۱۴۷۶۱۰	۱۸۴۵۰
۱۲۹۱۶۰	یہاں مقصد لکھیں	۹۲۲۵۰
۳۶۹۰۰	۷۳۸۰۰	۱۱۰۷۱۰

عطیہ دعائے امراض قلب
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
یَا اَللّٰہُ یَا رَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ
دلِ مَارا کُن مستقیم
بِحق اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡن
41 دن، 41 مرتبہ پڑھنا اور پانی پر دم کرکے پینا بہتر رہے گا۔
مخدوم چمن پیر قادری
سجادہ نشین درگاہ حضرت میاں میرؒ (لاہور)

گرہن کا خاص عمل وسعت رزق

از تحریر: حکیم سرفراز احمد زاہد، ملتان

اس ماہ چاند گرہن 10 دسمبر کو برج جوزا کے 18 درہ 11 دقیقہ پر لگے گا۔ اس کی ابتداء 17 بجکر 29 منٹ 7 سیکنڈ ہوگی اور تکمیل 19 بجکر 36 منٹ 22 سیکنڈ پر اور خاتمہ گرہن 21 بجکر 11 منٹ 11 سیکنڈ پر ہوگا۔ یہ گرہن یورپ اور امریکہ کے گہرے پانیوں میں لگے گا انہیں گہرے پانیوں میں ختم ہوجائے گا۔

قرآن پاک میں محوری گردش کے بارے فرمان الٰہی ہے: ''وہ ذات ایسی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا فرمائے ہر ایک ایک دائرے میں گردش کر رہے ہیں۔'' (سورۃ انبیاء ۳۳)

پرانے زمانے میں لوگ گرہن کو دیکھ کر ڈر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ کوئی بڑی آفت یا مصیبت آنے والی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس وقت سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیارے بیٹے کی وفات ہوئی تو اس وقت چاند گرہن لگا ہوا تھا۔ تو لوگوں نے کہا کہ فرزند رسولؐ کی وفات کی وجہ سے گرہن لگا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ گرہن کو کسی کے مرنے یا جینے سے کوئی تعلق نہیں یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں۔ مگر آجکل کے دور میں گرہن کا نظارہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ سورج گرہن اس وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند کا قران ہو اور قران ہمیشہ ۲۸۔۲۹ تاریخوں کو ہوتا ہے۔ اس کے بعد چاند جب ہلال بن کر افق مغرب پر نمودار ہوتا ہے تو بہت باریک اور نیچے ہوتا ہے۔ زمین سورج اور چاند جب ایک لائن میں ہوتے ہیں اس دوران اگر چاند کا کچھ حصہ درمیان میں آجائے تو نامکمل گرہن ہوتا ہے۔ اس سے سورج کا کچھ حصہ چھپ جاتا ہے لیکن کناروں سے پیدا ہونے والے شعلے نظر نہیں آتے۔ چاند ہمیشہ زمین سے یکساں فاصلے پر نہیں ہوتا۔ جب عام حالت سے زیادہ فاصلہ پر ہوتا ہے تو اس کے سایہ کا گہرا حصہ زمین پر نہیں پہنچ سکتا تو قمری کرہ سورج کے قرص کو ڈھانپ نہیں سکتا تو سورج کا گھیرا چاند کے گرد ایک روشن حلقہ بنا دیتا ہے۔

گرہن کا خاص اثر اہل دُنیا پر ہوتا ہے۔ جس کے بعض اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ جن عورتوں کے اولاد ہونے والی ہو ان پر گرہن بہت اثر انداز ہوتا ہے۔

اکثر مشاہدہ میں آیا ہے کہ بعض بچے جب ماں کے پیٹ سے ناقص یعنی لنگڑے، اندھے، ہونٹ کٹے یا گونگے بہرے یا نچلا دھڑ بے کار کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں وہ سب گرہن کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔ عام خواتین خاص کر دیہاتی علاقوں کی رہنے والی گرہنوں کے اثرات بد سے واقف نہیں ہوتیں اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرہن کب ہوگا اور نہ ہی وہ ان تدابیر اور احتیاطوں سے واقف ہوتی ہیں جن کو اختیار کر کے بچوں کو ان تکالیف سے بچایا جائے۔ آج کل کی جدید میڈیکل سائنس بھی گرہن کے اثرات کو مانتی ہے۔ گرہن کے اوقات میں ان خواتین جو حاملہ ہوتی ہیں کو چاہئے گرہن کے تمام وقت بڑے آرام سے ہاتھ پاؤں سیدھے کر کے لیٹی رہیں اور خیالات نہایت پاکیزہ رکھیں۔ یہ یاد رکھیں کہ گرہن کے وقت جو خیالات ماں کے ہونگے اولاد کے بھی ویسے ہونگے اگر عورت پڑھی لکھی ہو تو گرہن کے اوقات میں لیٹ کر مذہبی یا عالمانہ اور جرات و ہمت والی باتیں کرے اور کتابیں پڑھتی رہے۔ ایک اور احتیاط ضروری ہے اگر عورت قعدہ میں بیٹھی ہو یعنی نماز کی حالت میں تو بچے کے پاؤں ٹیڑھے ہونگے۔ آنکھیں بند کر کے لیٹے گی تو بچے کی آنکھوں میں نور کم ہوگا۔ اس کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان اوقات میں عبادت و استغفار میں مشغول رہیں۔ مرد حضرات مساجد میں نماز کسوف یا خسوف ادا کریں یہ نماز باجماعت ہو۔ حدیث پاک میں بڑی تاکید آئی ہے۔ یہ وقت نحس ہوتا ہے اور اس کی تاثیر بہت طاقت ور ہوتی ہے۔ گرہن کے وقت میں جو بھی عمل کیا جائے وہ نہایت سریع الاثر ہوتا ہے۔ گرہن کے وقت کیونکہ شعاعیں زمین پر نہیں پڑتی ہیں تو زمین پر اچھا اثر کسی صورت میں نہیں پڑ سکتا۔ سابقہ تجربات و واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ دُنیا

Scanned with CamScanner

بعض بہت سی آنے والی مصیبتیں گرہنوں' دم دار ستاروں کے ظہور اور دیگر شہاب ثاقب کے ظہور کے بعد نازل ہوئی ہیں۔اس طرح ان آسمانی مظاہر کو ایک نمایاں شہرت حاصل ہے۔قرآن پاک نے بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی گرہن کی بتائی ہے۔آج کل کے جدید زیور تعلیم سے آراستہ تعلیم یافتہ طبقے کا ان تمام اہم واقعات کے ظہور پذیر ہونے پر مادی دلائل کی طرف جھکاؤ ہے۔سائنس یہ بتاتی ہے کہ دُنیا کے اجسام قوت کے ایک زبردست کاسمک سمندر میں تیر رہے ہیں۔اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ جتنا کہ ایک جہاز بارش میں جاتا ہے۔اس کائنات میں ہر جسم قوت اور حرارت خارج کرتا ہے۔اس طرح یہ کائنات ایک قوت سے مکمل رہی ہے اور زمین اس قوت حرارت کی شعاعوں کو 67,000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کاٹ رہی ہے۔جس کی وجہ سے قوت کے اس لامتناہی سمندر کی شعاعوں کے رخ اور مقدار میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔آسمانی اثرات سے زمین پر کیا تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں جیسے امور میں آج سائنس بڑی دلچسپی لے رہی ہے۔علم نجوم والے اس سے یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ کسی خاص مواقع نجوم سے انسانوں کا ردعمل دنیاوی مدوجذر' نئی پیچیدگیاں اور حالات پیدا ہونے کا سیاروں سے آنے والی کاسمک شعاعوں سے کیا تعلق ہے اور وہ مختلف مقامات پر جا کر طاقت کی تقسیم کا کیا کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

آئینہ قسمت چونکہ روحانی علوم سے وابستہ رسالہ ہے۔اس لئے گرہن کے اوقات کی مناسبت سے پیدا ہونے والی روحانیات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔اس دوران بندش کے تمام اعمال کی زکات ادا کی جاتی ہے۔مثلاً سر درد' بخار' دانت درد یا دوسرے جو بھی بست کے اعمال ہیں۔لیکن خصوصاً اس وقت حروف صوامت جو بغیر نقطہ کے حروف ہیں ان کی زکات دی جاتی ہے۔یہ قمری اعداد کے مطابق 543 بار حروف ''احدرس طعک لموہ'' کو لکھا جاتا ہے۔پھر مداومت کے طور پر 13 بار روزانہ لکھنا پڑتا ہے۔ان حروف کی زکات کے بعد ہر قسم کی بندش مثلاً زبان بندی' قدم باندھنا' عشق باندھنا' جاری خون باندھنا' نظر باندھنا' ناجائز تعلقات کو باندھنا۔کسی شخص کی بری عادات کو باندھنا۔غرض انسانی زندگی کی حاجات کا چوتھائی حصہ پر عامل کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ان اعمال سے طلسم تیار کرنا ہر عامل جانتا ہے۔اس کے علاوہ گرہن کے اوقات میں عمل حب حاضری مطلوب کے سفلی اعمال کی زکات ادا کرنے کے ساتھ الحمد شریف کی ریاضت بھی کی جاسکتی ہے۔بعض حضرات مندرہ علی ڈلکا کی زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے صرف صوامت ہر قسم کے امور کو باندھنا ان کے اعداد 543 ہیں۔حروف نورانی میں سے الٓمٓ طٰہٰ طٰسٓمٓ عٓسٓقٓ نٓ کے اعداد بھی 543 ہیں۔حروف نورانی سے تیار شدہ عمل ان تمام خباثتوں سے محفوظ رکھے گا جو انسان و شیطان سے وابستہ ہیں مثلاً بدگویوں اور خلاف بولنے والوں کیلئے زبان بندی کا کام دے گا۔حاسدوں کے حسد سے محفوظ کرے گا۔نظر وزداں' ظالموں اور موذیوں سے مخلی رکھے گا۔جن لوگوں کو مخالفین سے واسطہ پڑتا ہے۔جن کے دشمن ہر وقت اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں ان سب سے محفوظ رہنے کیلئے یہ حرز اسرار کا کام دے گا۔گویا شرا شرار سے محفوظ کرنے کیلئے ایک حصار کا کام دے گا۔یہ نقش خاکی 177 سے شروع ہو کر 185 پر ختم ہوگا۔اس نقش کے نیچے زبان بندی اور شرالاشرار سے محفوظ رہنے کیلئے الگ الگ عزیمت رسالہ میں دینے سے خواہ مخواہ حجم بڑھے گا۔اس موقع پر دو عمل دوں گا پہلے بندش کا عمل ہے یہ سورج گرہن یا چاند گرہن اول آخر درود شریف کے ساتھ 121 بار پڑھ لیں ایک سال کیلئے زکات ادا ہو جائے گی۔

عمل نمبر1: چھری بند کٹاری بند۔ڈال بند ڈول بند۔سلامت والے کی علی بند۔پکی بندھی بند..........

عمل نمبر2: شاہ نہ شاہ سینہ میں گھسا کنجشک کا لڑا دڑا اڑا۔تم ہو غریب پرور سارے جگت کے سرور دیکھو جمال انور یا مصطفیٰؐ یا محمدؐ۔مسجد میں محمدؐ میدان میں علیؓ۔لاؤ لشکر کل علیؓ کل دفتر محمدؐ کا۔کا جادکاج بند ناڑہ وناڑ بند نظر مکھی چوٹ بند منکھی و سنکھی خبر کے۔سلیمان پیغمبر کی دوہائی بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ٥

ترکیب و فوائد: یہ عمل زبان بندی' نظر بندی' آسیب جن' شیطان' برائے دفع دشمن وغیرہ ہر مطلب حاجت' دفع تکلیف ہر قسم' حب اور عداوت وغیرہ کیلئے جب تک حاجت پوری نہ ہو روزانہ باوضو مصلے پر بیٹھ کر مقررہ وقت پر پڑھیں۔عمل میں فقرہ (ہی بند) کے بعد اپنی حاجت بیان کریں ہر مرتبہ بسم اللہ شریف کے ساتھ شروع کریں۔یہ عمل بھی ایک تحفہ ہے۔اس کی اگر زکات ادا کر لی جائے کسی اور عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔

عمل خاص برائے ترقی رزق و وسعت رزق

گرہن کے وقت پر عمل میری طرف سے ایک سینہ کا راز اور تحفہ ہے۔ عمل کی ترکیب پر غور کریں اور وقت سے پہلے عمل تیار کریں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) سورۃ والشمس کے اعداد شمسی لیں اور ان کے حروف بنالیں۔ اگر تین حروف ہیں تو پہلے حرف سے موکل (آخر میں آئیل لگائیں) دوسرے سے جن (آخر میں یوش لگانے سے) تیسرے حرف سے اعوان (آخر میں طیش لگانے سے) بناؤ۔ اگر چار حروف ہوں تو پہلے دو اکٹھے کر کے موکل بناؤ اور باقی سے جن اور اعوان تیار کرو۔

(2) اس سورۃ کے اعداد قمری لے کر ان کے حروف بنا کر حسب سابق اسمائے ثلاثہ مذکورہ پیدا کرو۔

(3) اپنے نام مع والدہ کے اعداد شمسی لے کر ان کے حروف بنا کر موکل جن اور اعوان پیدا کرو۔ یہ نو (9) نام ہونگے۔

(4) اب مثلث آتشی چال میں اس طرح پر کرو۔ سورۃ الشمس سے شمسی حروف سے پیدا کردہ موکل جن اعوان خانہ اول دوم سوم میں لکھیں۔ ابجد قمری سے پیدا کردہ موکل جن اور اعوان نقش کے خانہ نمبر چہارم پنجم اور ششم میں پر کریں۔ اپنے نام سے پیدا کردہ موکل جن اعوان خانہ نمبر ۷۔۸۔۹ میں لکھیں۔ نقش کے اوپر ۷۸۶ لکھیں۔

(5) سورج گرہن کے وقت نقش لکھنے سے قبل غسل کریں۔ پاکیزہ کپڑا پہنیں۔ معطر ہو کر صندل سرخ کا بخور سلگائیں۔ رجال الغیب کا خیال رکھتے ہوئے نئی قلم اور زعفران سے نقش لکھیں بعد میں اس نقش کو نگینہ کے نیچے رکھ دیں۔ انگشتری چاندی کی ہو۔

(6) گرہن کے دوسرے دن جو تاریخ ہو اتنی بار سورۃ شمس پڑھ کر انگوٹھی پر دم کریں اور ایک ایک کے اضافہ سے روزانہ سورۃ پڑھ کر دم کرتے رہیں۔ پڑھنے کی تعداد 40 روز تک ہے۔ تو عمل ختم سمجھیں۔ پڑھنے کا وقت ساعت شمس ہے۔ رات کو نہ پڑھیں۔ اس طلسم کے اثرات میں سے ترقی ملازمت، وسعت رزق، تسخیر خلائق کے علاوہ بہت کچھ فوائد ملیں گے۔ مثال حاضر ہے۔

(1) سورۃ شمس کے اعداد ۸۱۱۴۷ خ ش غ ا ظ ی
خشائیل ۔ غایوش ۔ ظیطیش

(2) سورۃ شمس کے اعداد قمری ۱۷۰۷۱ ا ع ز ی غ
اعائیل ۔ زیبوش ۔ غطیش

(3) انتظار حسین ۲۵۳۱ ا س ل ب ی
اسائیل ۔ لبیوش ۔ یطیش نقش اس طرح بنے گا۔

۷۸۶
جبرائیل

غطیش	خشائیل	لبیوش
اسائیل	زیبوش	ظیطیش
غایوش	یطیش	اعائیل

مدینہ جانے والے درود پاک سے محبت کرنے والے بہن بھائیوں کے لیے
خوشخبری
درود پاک کا خوبصورت کتابچہ مفت طلب کریں
حاجی محمد رمضان C-47، ابوبکر بلاک نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون نمبر: 042-7283350

از تحریر: سیّد محسن نقوی شہید کی ایک تابندہ پائندہ تحریر

ائمہ طاہرین علیہم السلام کی سیاسی زندگی کا پہلا دور

ائمہ طاہرین علیہم السلام کی سیاسی زندگی کا پہلا دور امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی زندگی کے ایک حصے پر مشتمل ہے۔ اس دور کا آغاز بے پناہ دشواریوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کربلا کے حادثہ نے دنیائے تشیع بلکہ پورے عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ قتل و قید و ستم کوئی نئی بات نہ تھی لیکن خاندانِ نبوت کی شہادت اور پھر مخدراتِ عصمت و طہارت کی اسیری، ان کی شہر بہ شہر تشہیر، فرزندِ زہراؑ کے کٹے سر کا نیزے پر بلند کیا جانا (جبکہ ابھی وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے ان لب ہائے مبارک پر پیغمبر اسلامؐ کو بوسے لیتے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا) یہ وہ چیزیں تھیں کہ جنہیں دیکھ کر پورا عالم اسلام مبہوت و متحیر تھا۔ کسی کے تصور میں بھی نہ تھا کہ حالات یہ رخ اختیار کرلیں گے۔ اگر جناب زینب سلام اللہ علیہا سے منسوب یہ شعر درست ہو کہ:

ماتوهم يا شقيق فزادي كان ذا مقدراً مكتوباً

تو دراصل یہ اسی ناقابل تصور درد و کرب کا اظہار ہے اور یہی احساسات تمام لوگوں کے تھے۔ یکایک ذہنوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ موجودہ سیاست ایک دوسری قسم کی سیاست ہے۔ یہ ظلم و زیادتی اب تک ہونے والی زیادتیوں سے کہیں زیادہ تھی۔ ناقابل تصور چیزیں تصور کی جانے لگیں اور وقوع پذیر ہونے لگیں۔ چنانچہ تمام دنیائے اسلام پر ایک عجیب قسم کی دہشت اور رعب کا عالم طاری تھا۔ صرف کوفہ میں توابین (۱) اور پھر مختار (ثقفی) کی برکت سے فضا کچھ مختلف تھی۔

مدینہ منورہ نیز دیگر مقامات پر واقعۂ کربلا کے اثر سے شدید قسم کا رعب مسلط تھا، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں بھی، جہاں کچھ دنوں بعد عبداللہ بن زبیر (۲) نے آواز اٹھائی، ایسی کیفیت طاری تھی کہ تاریخ اسلام میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

عراق میں بھی اگرچہ ۶۴ یا ۶۵ ہجری میں (کیونکہ بظاہر توابین کو ۶۵ھ میں شہید کیا گیا) توابین کی کوششوں سے وہاں کی مردہ اور بوجھل فضا میں ایک تازہ لہر پیدا ہوئی لیکن توابین کی شہادت نے اس خوف و وحشت میں مزید اضافہ کردیا اور پھر جب اموی کارخانہ سیاست کے دشمن یعنی مختار (۳) اور مصعب ابن زبیر (۴) آپس میں لڑ پڑے اور عبداللہ بن زبیر کو مکہ میں رہنے کے باوجود بھی اہل بیتؑ کے طرفدار جناب مختار کا وجود کوفہ میں برداشت نہ ہوا اور مصعب ابن زبیر کے ہاتھوں مختار قتل کردیے گئے تو ایک مرتبہ پھر اس خوف و دحشت میں مزید اضافہ ہوا، امیدیں، مایوسی میں بدلنے لگیں اور آخرکار عبدالملک بن مروان کو تخت خلافت پر تسلط حاصل ہوا۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں پوری دنیائے اسلام پر بنی امیہ کی گرفت مضبوط ہوگئی اور اکیس سال تک پورے قدرت و اقتدار کے ساتھ وہ مسلمانوں پر حاکم رہے۔

واقعہ حرہ

اس مقام پر خاص طور سے واقعہ حرہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۶۳ھ میں مدینہ رسولؐ پر مسلم بن عقبہ نے چڑھائی کی جو مزید رعب و وحشت پیدا کرنے کا سبب ہوئی اور اس نے اہل بیتؑ کو مکمل طور پر غربت و مظلومیت میں مبتلا کردیا۔ اس حادثہ کی مختصر روداد یہ ہے کہ ۶۲ھ میں یزید نے شامی سرداروں میں سے ایک ناتجربہ کار جوان کو مدینہ میں مقرر کیا جس نے اہل مدینہ کے خیالات یزید کی طرف سے صاف کرنے کے لیے چند افراد کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ شام جاکر یزید سے ملاقات کریں۔ چنانچہ کچھ لوگ اس پر آمادہ ہوگئے اور انہوں نے شام جاکر یزید سے ملاقات بھی کی۔ اگرچہ یزید نے ان کو بہت زیادہ انعام و اکرام (پچاس ہزار سے ایک لاکھ درہم تک) سے نوازا لیکن یہ لوگ جو خود صحابی رسول یا اولادِ صحابہ میں سے تھے، یزیدی دربار کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے بعد اور زیادہ متنفر و غضبناک ہوگئے اور جب مدینہ واپس ہوئے تو عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ نے اپنی حکومت کا اعلان کرکے یزید کے خلاف بغاوت اور مرکزی حکومت سے

بالآخر "عین الوردہ" کے مقام پر مروان بن حکم (حاکم شام) کے بھیجے ہوئے لشکر (جو بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا) جس کی سربراہی عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ میں تھی، سے ان افراد کا سامنا ہوا اور گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ توابین نے قلیل تعداد کے باوجود شدید مقابلہ کیا اور اگلے ہی روز لشکر شام کی مدد کے لیے مزید آٹھ ہزار افراد وارد جنگ ہو گئے۔ تیسرے روز شام تک اہم شخصیات بشمول سلیمان بن صرد خزاعی اور مسیب بن نجبہ خزاری شہید ہو چکے تھے صرف چند سو افراد باقی بچ گئے تھے اور وہ بھی زخموں کی وجہ سے جنگ کرنے کے قابل نہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے رات کے وقت واپسی کی راہ لی اور اس طرح قاتلین امام حسینؑ سے انتقام لینے کے حوالے سے پہلی کاوش اختتام کو پہنچی۔

(۲) عبداللہ بن زبیر

شہادت امام حسینؑ کے بعد مکہ میں عبداللہ بن زبیر نے یزید کے خلاف تقریر کی جس کی وجہ سے لوگوں میں یزید سے نفرت میں اضافہ ہوا اور اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیر کی اطاعت قبول کر لی۔ دوسری جانب واقعۂ حرہ کے بعد مسلم بن عقبہ، یزید بن معاویہ کے حکم سے مکہ کی جانب روانہ ہوا تا کہ عبداللہ بن زبیر کے قیام کو کچلا جا سکے مگر راستے میں ہی ہلاک ہو گیا اور فوج کی قیادت حصین بن نمیر کو مل گئی۔ لشکر شام اور عبداللہ بن زبیر کے درمیان کئی مہینوں تک جنگ جاری رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خانہ کعبہ پر لشکر شام نے نہ صرف منجنیق سے پتھر بلکہ آگ کے گولے بھی برسائے جس کی وجہ سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی۔ اسی اثنا میں یزید بن معاویہ بھی ہلاک ہو گیا اور حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیر کو پیغام بھجوایا کہ اب جنگ کو روک دیا جائے کیونکہ جس شخص نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا تھا وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اس طرح یہ جنگ بھی اختتام کو پہنچی۔

(۳) مختار ثقفی

یزید بن معاویہ کی ہلاکت کے بعد حجاز پر عبداللہ بن زبیر اور شام میں مروان بن حکم کی حکومت قائم ہوئی جبکہ کوفیوں نے عبیداللہ بن زیاد کے نائب عمرو بن حریث کو کوفہ سے نکال باہر کیا اور عبداللہ بن زبیر کو حاکم تسلیم کر لیا۔ اسی دوران توابین نے خروج کیا لیکن مختار نے ان کی مخالفت کی۔ کچھ عرصہ بعد مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر سے مشاورت کے بعد ضروری سمجھا کہ قاتلان حسینؑ کو واصل جہنم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کوفہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔ حکومت کوفہ ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلے کوفہ میں موجود قاتلان حسینؑ کو واصل جہنم کرنا شروع کیا گیا۔ دوسری جانب عبیداللہ بن زیاد نے موصل پر حملہ کر دیا جن سے جنگ کے لیے مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو پہلے تین ہزار اور پھر سات ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔

مختار انتہائی قلیل تعداد کے ساتھ کوفہ میں قیام پذیر رہے اور یہ موقع قاتلان حسینؑ (جو کوفہ میں تھے) کے لیے انتہائی نادر تھا، جس سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش میں انہوں نے مختار پر حملہ کر دیا۔ ان حملہ آوروں میں شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور محمد بن اشعث نمایاں ہیں۔ مختار نے ابراہیم کی جانب قاصد بھیج کر انہیں واپس بلوا لیا اور کوفہ میں شدت سے قاتلان حسینؑ کے قتل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس معرکہ سے فراغت کے بعد ابراہیم بن مالک اشتر موصل کی جانب جنگ کے لیے دوبارہ روانہ ہوئے اور عبیداللہ بن زیاد کو قتل کر کے اس کا سر مختار کو بھجوا دیا جسے مختار نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھجوا دیا۔

(۴) مصعب بن زبیر

کوفہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا۔ اسی دوران محمد بن اشعث اپنی جان بچاتے ہوئے بصرہ پہنچ گیا اور چند رؤسائے کوفہ کو اس نے اپنے ساتھ شامل کر لیا جس کی وجہ سے کچھ کوفی بھی محمد بن اشعث کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس لشکر نے مصعب بن زبیر کی سرکردگی میں کوفہ پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں مختار انتہائی بہادری اور جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے جبکہ ابراہیم بن مالک اشتر بھی کوفہ میں موجود نہ تھے۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اموی اور زبیری دونوں حکومت و امارت کے خواہش مند تھے اس لیے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے مگر دونوں علویوں اور ہاشمیوں سے دشمنی رکھنے میں متحد تھے جس کی واضح مثال امویوں اور زبیریوں کا اپنی حکومتوں کی حدود میں خطبہ جمعہ میں رسول کرمؐ کے تذکرہ سے سختی

Scanned with CamScanner

جابر کی زبانی امام سجادؑ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ امامؑ فرماتے ہیں:

''ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں کے ساتھ کیا کریں۔ اگر ہم انہیں رسول اللہ سے سنی ہوئی باتیں سناتے ہیں تو وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور اگر خاموش رہیں تو سنتے نہیں۔''

اس کے بعد علامہ ایک ماجرا نقل کرتے ہیں کہ امام سجادؑ لوگوں کے درمیان حدیث نقل کرتے ہیں۔ مجمع کے درمیان سے ایک شخص اٹھ کر مذاق اڑاتا ہے اور حدیث قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ واقعہ نقل کرنے کے بعد علامہ مجلسی زہری اور سعید ابن مسیب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ منحرفین میں سے تھے۔ (اگر چہ میں ذاتی طور پر سعید ابن مسیب کے سلسلہ میں یہ بات قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں کیوں کہ دوسری دلیلوں سے اس کا امامؑ کے حواریوں میں سے ہونا ثابت ہے۔ البتہ زہری اور دوسرے بہت سے لوگوں کے سلسلہ میں یہ بات صحیح ہے) اس کے بعد خود علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ: ابن ابی الحدید نے ایسی بہت سی شخصیتوں اور اس دور کے سربرآوردہ حضرات کے نام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سب اہل بیتؑ سے منحرف تھے اور پھر آپ حضرت سجادؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: ''پورے مکہ اور مدینہ میں ہمیں چاہنے والے بیس آدمی بھی نہیں ہیں۔''

یہ تھے وہ بدترین حالات جن میں امام زین العابدین علیہ السلام زندگی بسر کر رہے تھے اور یہی وہ دور ہے جب آپؑ اپنے عظیم مشن کے لیے جدوجہد کا آغاز کرتے ہیں اور اسی زمانہ کی طرف امام جعفر صادقؑ ان لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں: ''امام حسینؑ کے بعد تین افراد کے علاوہ سب ہی مرتد ہو گئے تھے۔'' اور ان تین آدمیوں کا نام لیتے ہیں: ابوخالد الکابلی، یحیٰ ابن ام الطویل اور جبیر بن مطعم (البتہ علامہ شوشتری کا خیال ہے کہ جبیر بن مطعم درست نہیں اس کے بجائے حکیم ابن جبیر مطعم ہونا چاہیے اور بعض تاریخوں میں محمد بن جبیر مطعم ہے۔ بحارالانوار کی ایک روایت میں چار افراد کا ذکر ہے اور بعض رواتیوں میں پانچ اشخاص کے نام لیے گئے ہیں۔ اور یہ سب روایات ایک دوسرے کے ساتھ قابل جمع ہیں) اتنے سخت ماحول اور ایسی سنگلاخ وادی میں رہتے ہوئے امام زین العابدین علیہ السلام اپنے ہدف کی تکمیل کے لیے جدوجہد میں مشغول ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆......

(۱) توابین کی تحریک

تاریخ میں واقعۂ کربلا کا ایک باب ان افراد سے متعلق ہے جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تا کہ امام کی مدد کر کے عدل وانصاف کا بول بالا کر سکیں مگر امامؑ کی کربلا آمد کے بعد یہ لوگ کربلا نہ پہنچ سکے یا پہنچنے کی کوشش نہ کی اور شہادت امام حسینؑ کے بعد امام کی نصرت نہ کر سکنے کی وجہ سے شدید نادم ہوئے اور خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے تحریک کا آغاز کر دیا۔ یہ گروہ ''توابین'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

چنانچہ بعد از شہادت امام حسینؑ کوفہ میں موجود ان افراد نے پانچ اہم شخصیتوں سے رابطے قائم کیے جن میں صحابیِ رسولؐ سلیمان بن صرد خزاعی اور صحابی امیر المومنینؑ مسیب بن نجبہ فزاری نمایاں ہیں۔ یہ تمام افراد سلیمان کے گھر پر جمع ہوئے اور طے پایا کہ ان سب افراد کو قتل کر دیا جائے جنہوں نے قتل حسینؑ میں کسی بھی حیثیت سے حصہ لیا اور پھر خود جہاد کرتے ہوئے اس راہ میں جان دے دی جائے۔ اس مقصد کے حصول کی غرض سے ہر طرح سے تیاری شروع کر دی گئی اور شروع میں انتہائی رازداری سے یہ کام انجام دیے گئے۔ سلیمان نے بصرہ اور مدین کے بعض احباب کو خط لکھے اور وہاں سے بھی مثبت جوابات موصول ہوئے۔

ہلاکت یزید تک حالات ایسے نہ تھے کہ جہاں کا باقاعدہ آغاز کیا جاتا مگر بعد از ہلاکت یزید (ربیع الاول ۶۴ھ) اس تحریک کو مزید تقویت حاصل ہوئی اور یہ دعوت مصر تک پہنچ گئی۔ تقریباً ایک سال بعد ۶۵ھ میں یہ لوگ کوفہ کے قریب نخیلہ میں جمع ہوئے مگر خلاف توقع سولہ ہزار میں سے فقط چار ہزار افراد جمع ہوئے۔ بعض نے رائے دی کہ پہلے کوفہ میں موجود قاتلان حسینؑ کو واصل جہنم کیا جائے مگر سلیمان بن صرد خزاعی کا خیال تھا کہ پہلے سب سے بڑے قاتل حسینؑ (جو اس وقت زندہ ہے کیونکہ یزید واصل جہنم ہو چکا تھا) یعنی عبیداللہ بن زیاد قتل ہو گیا تو پھر کوفہ میں موجود قاتلوں کو قتل کرنا کوئی بڑا مسئلہ نہ تھا۔ تمام افراد نے اس رائے سے اتفاق کیا اور شام کی طرف چل پڑے (کیونکہ بعد از ہلاکت یزید، عبیداللہ بن زیاد قلیل عرصہ میں ہی جان بچا کر شام بھاگ گیا تھا)۔ راستے میں توابین نے قبر امام حسینؑ کی زیارت کی اور ہر شخص شدت ندامت سے شدید گریہ وزاری، نوحہ و ماتم اور نماز و استغفار میں مشغول ہو گیا اور عزم و ہمت کا ایک سمندر لیے کربلا سے روانہ ہوا۔

Scanned with CamScanner

بالآخر "عین الوردہ" کے مقام پر مروان بن حکم (حاکم شام) کے بھیجے ہوئے لشکر (جو بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا) جس کی سربراہی عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ میں تھی، سے ان افراد کا سامنا ہوا اور گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ توابین نے قلیل تعداد کے باوجود شدید مقابلہ کیا اور اگلے ہی روز لشکر شام کی مدد کے لیے مزید آٹھ ہزار افراد وارد جنگ ہوگئے۔ تیسرے روز شام تک اہم شخصیات بشمول سلیمان بن صرد خزاعی اور مسیب بن نجبہ فزاری شہید ہو چکے تھے صرف چند سو افراد باقی بچ گئے تھے اور وہ بھی زخموں کی وجہ سے جنگ کرنے کے قابل نہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے رات کے وقت واپسی کی راہ لی اور اس طرح قاتلین امام حسینؑ سے انتقام لینے کے حوالے سے پہلی کاوش اختتام کو پہنچی۔

(۲) عبداللہ بن زبیر

شہادت امام حسینؑ کے بعد مکہ میں عبداللہ بن زبیر نے یزید کے خلاف تقریر کی جس کی وجہ سے لوگوں میں یزید سے نفرت میں اضافہ ہوا اور اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیر کی اطاعت قبول کر لی۔ دوسری جانب واقعہ حرہ کے بعد مسلم بن عقبہ، یزید بن معاویہ کے حکم سے مکہ کی جانب روانہ ہوا تاکہ عبداللہ بن زبیر کے قیام کو کچلا جا سکے مگر راستے میں ہی ہلاک ہو گیا اور فوج کی قیادت حصین بن نمیر کو مل گئی۔ لشکر شام اور عبداللہ بن زبیر کے درمیان کئی مہینوں تک جنگ جاری رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خانہ کعبہ پر لشکر شام نے نہ صرف منجنیق سے پتھر بلکہ آگ کے گولے بھی برسائے جس کی وجہ سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی۔ اسی اثنا میں یزید بن معاویہ بھی ہلاک ہو گیا اور حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیر کو پیغام بھجوایا کہ اب جنگ کو روک دیا جائے کیونکہ جس شخص نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا تھا وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اس طرح یہ جنگ بھی اختتام کو پہنچی۔

(۳) مختار ثقفی

یزید بن معاویہ کی ہلاکت کے بعد حجاز پر عبداللہ بن زبیر اور شام میں مروان بن حکم کی حکومت قائم ہوئی جبکہ کوفیوں نے عبیداللہ بن زیاد کے نائب عمرو بن حریث کو کوفہ سے نکال باہر کیا اور عبداللہ بن زبیر کو حاکم تسلیم کر لیا۔ اسی دوران توابین نے خروج کیا لیکن مختار نے ان کی مخالفت کی۔ کچھ عرصہ بعد مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر سے مشاورت کے بعد ضروری سمجھا کہ قاتلان حسینؑ کو واصل جہنم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کوفہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔ حکومت کوفہ ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلے کوفہ میں موجود قاتلان حسینؑ کو واصل جہنم کرنا شروع کیا گیا۔ دوسری جانب عبیداللہ بن زیاد نے موصل پر حملہ کر دیا جن سے جنگ کے لیے مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو پہلے تین ہزار اور پھر سات ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔

مختار انتہائی قلیل تعداد کے ساتھ کوفہ میں قیام پذیر رہے اور یہ موقع قاتلان حسینؑ (جو کوفہ میں تھے) کے لیے انتہائی نادر تھا، جس سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش میں انہوں نے مختار پر حملہ کر دیا۔ ان حملہ آوروں میں شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور محمد بن اشعث نمایاں ہیں۔ مختار نے ابراہیم کی جانب قاصد بھیج کر انہیں واپس بلوا لیا اور کوفہ میں شدت سے قاتلان حسینؑ کے قتل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس معرکہ سے فراغت کے بعد ابراہیم بن مالک اشتر موصل کی جانب جنگ کے لیے دوبارہ روانہ ہوئے اور عبیداللہ بن زیاد کو قتل کر کے اس کا سر مختار کو بھجوا دیا جسے مختار نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھجوا دیا۔

(۴) مصعب بن زبیر

کوفہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا۔ اسی دوران محمد بن اشعث اپنی جان بچاتے ہوئے بصرہ پہنچ گیا اور چند روسائے کوفہ کو اس نے اپنے ساتھ شامل کر لیا جس کی وجہ سے کچھ کوفی بھی محمد بن اشعث کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس لشکر نے مصعب بن زبیر کی سرکردگی میں کوفہ پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں مختار انتہائی بہادری اور جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے جبکہ ابراہیم بن مالک اشتر بھی کوفہ میں موجود نہ تھے۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اموی اور زبیری دونوں حکومت و امارت کے خواہش مند تھے اس لیے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے مگر دونوں علویوں اور ہاشمیوں سے دشمنی رکھنے میں متحد تھے جس کی واضح مثال امویوں اور زبیریوں کا اپنی حکومتوں کی حدود میں خطبہ جمعہ میں رسول کریمؐ کے تذکرہ سے تخی

Scanned with CamScanner

مرکز وحی والہام اور منبع ایمان واسلام مرکز فحشاء وفساد میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ہمیں مدینہ کے بارے میں ان تلخ حقائق کو بھی جاننا چاہیے۔ افسوس ہے کہ ائمہ کے متعلق کتب وآثار میں ان تلخ حقیقتوں کے بیان سے چشم پوشی کی گئی ہے۔

مکہ میں عمر ابن ابی ربیعہ نامی ایک شاعر تھا جس کا شمار بدترین عریاں وفحش نگاروں میں ہوتا تھا۔ البتہ شک نہیں کہ فن شاعری میں اس کا پورا کمال حاصل تھا۔ اس کی داستان اور اس قسم کے دوسرے شعراء کا کردار اس زمانے کی غم انگیز تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے اور خود مقامات طواف ورمی جمرات جیسے دیگر مشاہد مقدسہ ان لوگوں کی بے ہودہ گوئی اور فسق وفجور کے شاہد ہیں۔ "مغنی" میں موجود درج ذیل اشعار اسی دور کے حالات کی عکاسی کرتے ہیں:

بدا لی منها معصم حین جمرت
وکف خضیب زینت ببنان
فو الله ما ادری و ان کنت داریا
بسبع رمین الجمر ام بثمان

"جب اس نے رمی جمرہ کیا تو میرے سامنے اس کی کلائی اور مہندی لگے ہاتھ ظاہر ہوئے جن کی انگلیوں کے پوروں کی زینت کی گئی تھی۔ بخدا انہیں دیکھ کر میں بھول گیا کہ میں نے سات کنکر مارے ہیں یا آٹھ جب کہ اس سے پہلے مجھے یاد تھا"۔

ایک راوی کے الفاظ ہیں کہ جس وقت عمر ابن ابی ربیعہ مرا ہے تو پورے مدینہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ مدینہ کی گلیوں کوچوں سے لوگوں کے رونے اور چلانے کی آوازیں بلند تھیں۔ جس طرف سے گزریے نوجوانوں کی ٹولیاں حلقہ بنائے عمر ابن ابی ربیعہ کی موت پر رنج وغم میں بیٹھی نظر آتی تھیں۔ میں نے ایک کنیز کو دیکھا کہ کسی کام سے چلی جارہی ہے اور اس حالت میں بھی اس کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ گریہ وزاری کرتی ہوئی وہ کنیز جب کچھ نوجوانوں کے قریب سے گزری تو انہوں نے سوال کیا: کیوں اس قدر روتی ہو؟ کنیز نے جواب دیا: عمر ابن ابی ربیعہ جیسے شخص سے محروم ہونے پر۔ کسی نے کہا: غم نہ کرو مکہ میں ایک دوسرا شاعر حارث ابن خالد مخزومی موجود ہے اور وہ بھی عمر ابن ابی ربیعہ کی طرح شعر کہتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے حارث کا ایک شعر سنایا جن کو سن کر کنیز نے اپنی آنکھوں کو خشک کرتے ہوئے کہا: الحمد لله الذی لم یخل حرمه (خدا کا شکر کہ اس نے اپنا حرم خالی نہیں چھوڑا)

یہ تھی اہل مدینہ کی اخلاقی حالت۔ اس طرح کی بے شمار داستانیں اور اہلیان مکہ ومدینہ کی شب نشینی کے واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔ اور یہ پستی صرف کسی ایک طبقہ کے افراد تک محدود نہیں تھی بلکہ ہر طبقہ کا یہی عالم تھا۔ ایک گدائی کرنے والا فاقہ زدہ وبدبخت شاعر اور جوکر شعب جوطماع (لالچی) کے نام سے مشہور تھا اس سے لے کر کوچہ وبازار میں پھرنے والے معمولی آدمی اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے والے قریشی نواب زادے سبھی ایک تھالی کے چٹے بٹے تھے۔ حتیٰ کہ بعض بنی ہاشم جن کا میں یہاں نام لینا نہیں چاہتا ان کی بھی یہی حالت تھی۔ قریش کی مشہور ومعروف شخصیتوں کی اولاد کیا مرد اور کیا عورتیں عیاشوں، فاسقوں اور فاجروں کی صف میں شامل تھیں۔ اسی شخص حارث بن خالد کی گورنری کے زمانہ میں ایک دن عائشہ بنت طلحہ طواف میں معروف تھی۔ یہ شخص اس عورت سے خاص تعلق خاطر رکھتا تھا۔ جب اذان کا وقت ہوا تو اس خاتون نے حارث کے پاس پیغام بھجوایا کہ کہہ دو کہ جب تک میرا طواف ختم نہ ہو جائے اذان نہ دی جائے۔ حارث نے حکم دے دیا کہ عصر کی اذان نہ دی جائے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم ایک شخص کے طواف کی خاطر اتنے سارے لوگوں کی نماز میں تاخیر کرنا چاہتے ہو؟ اس پر حارث نے جواب دیا: بخدا اگر کل صبح تک بھی اس کا طواف طول کھینچتا تو میں یہی کہتا کہ اذان نہ دی جائے۔

سیاسی بد عنوانیاں

اس فکری اور اخلاقی انحطاط کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور عامل یہ بھی تھا کہ یہ دور سیاسی بدعنوانیوں سے بھی دوچار تھا۔ زیادہ تر بڑی بڑی شخصیتیں ایسی مادی خواہشات کی اسیر تھیں جو حکام ہی کے ذریعہ پوری ہوسکتی تھیں۔ ایک زمانے میں امام سجادؑ کی شاگردی میں رہنے والے محمد بن شہاب (۶) جیسی بزرگ شخصیت نے بھی خود کو اس پستی میں گرا دیا تھا کہ امامؑ کو وہ مشہور ومعروف خط لکھنا پڑا جو صرف ایک خط ہی نہیں بلکہ اس حقیقت کی بھی نقاب کشائی کرتا ہے کہ اس نے کس قسم کے لوگوں سے ربط وضبط پیدا کر رکھا تھا۔ اور اس دور میں محمد بن شہاب جیسے افراد کی کمی نہیں تھی۔

علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے جو بات ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اس کو پڑھ کر انسانی ذہن کو سخت جھٹکا لگتا ہے۔ بحار الانوار میں پہلے تو علامہ مجلسی نے جناب

Scanned with CamScanner

علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ یزید نے ان کی سرکوبی کے لیے مسلم ابن عقبہ کو روانہ کیا اور مدینہ رسولؐ میں ایسا عظیم المیہ برپا ہوا جس نے تاریخ میں خون کے آنسو رلا دینے والے، سسکیوں اور آہوں سے معمور باب کا اضافہ کر دیا۔(۵)

یہ واقعہ بھی لوگوں میں شدید رعب و دہشت ایجاد کرنے کا سبب بنا۔

فکری انحطاط

اس خوف و ہراس کے ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرا عامل بھی موجود تھا، اور وہ تھا پوری دنیائے اسلام پر چھایا ہوا فکری انحطاط، جو گزشتہ بیس برسوں میں دینی تعلیمات سے بے اعتنائی کا نتیجہ تھا۔ گویا ۴۰ھ کے بعد تقریباً بیس سال کے عرصہ میں دین و ایمان کی تعلیمات، آیات الٰہی کی تفسیر و پیغمبر اسلامؐ کے حق و آگہی سے بھرپور بیانات اس حد تک محدود ہو کر رہ گئے تھے کہ عوام الناس اعتقاد و ایمان کے لحاظ سے بالکل فرومایہ، کھوکھلے اور دیوالیہ ہو چکے تھے۔

جب ایک انسان اس دور کی عوامی زندگی کا ذرا باریک بینی کے ساتھ جائزہ لیتا ہے اور مختلف تاریخوں اور روایات میں ان کے حالات کھنگالنے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی معاشرے میں علماء و قارئین اور محدثین و مقدسین بالکل ناپید ہو چکے تھے (ان کے بارے میں گفتگو بعد میں آئے گی) ایسا نہ تھا، پھر بھی عوامی زندگی بلاشبہ بے دینی اور اعتقادی ضعف اور اضمحلال کا شکار تھی۔ حالات اتنے بگڑ چکے تھے کہ خود دربار خلافت سے تعلق رکھنے والے بعض افراد نبوت کے بارے میں بھی شکوک و شبہات اور ابہامات پیدا کرنے لگے تھے۔ چنانچہ کتابوں میں مذکور ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری جس کو بنوامیہ کی پستی اور ذات کا بدترین نمونہ کہا جا سکتا ہے، بڑی ہی دیدہ دلیری کے ساتھ کہتا ہے: "کان یفضل الخلافة علی النبوة" یعنی "(معاذ اللہ) خلافت نبوت سے بالاتر ہے"۔

اور اس کے لیے دلیل کے طور پر کہتا تھا کہ: "ایھما افضل؟ خلیفة الرجل فی اھله او رسوله الیٰ اصحابه." (اگر تم کسی شخص کو اپنے گھران میں اپنا جانشین مقرر کرتے ہو تو وہ شخص تم سے زیادہ قریب ہوگا یا وہ آدمی جس کو کسی کے پاس پیغام رسانی کا ذریعہ بنایا جائے؟) ظاہر ہے جس کو تم اپنے گھرانے میں منتخب کر کے اپنا جانشین مقرر کرتے ہو، وہی تم سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

لہٰذا خلیفۃ اللہ (یہ لوگ خلیفہ رسولؐ کے بجائے خلیفۃ اللہ کہنے لگے تھے) رسول اللہ سے بالاتر ہے۔

یہ تو خالد بن عبداللہ قسری کی بات تھی، یقیناً اس طرح کی باتیں دوسرے افراد بھی کرتے رہے ہوں گے۔

جب میں نے بنوامیہ اور بنوعباس کے دور کے شعراء کے یہاں تلاش کرنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ سے خلفاء کے لیے خلیفۃ اللہ کی تعبیر اس کثرت سے استعمال کی جانے لگی کہ عوام یہ بھی بھول گئے کہ خلیفہ، خلیفہ پیغمبرؐ ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ بنوعباس کے دور میں جاری رہا چنانچہ بشار ابن برد نے جب یعقوب بن ابی داؤد اور منصور کی ہجو میں اشعار کہے تو اس میں بھی یہی تعبیر استعمال کی:

ضاعت خلافتكم يا قوم فالتمسوا
خليفة الله بين الزق والعود

"اے میری قوم! تمہاری خلافت ختم ہوگئی اب خلیفہ الٰہی کو زق اور عود کے درمیان تلاش کرو۔"

سوچنے کا مقام ہے جب ایک شاعر خلیفہ کے لیے ہجو کہتا ہے تو بھی خلیفۃ اللہ کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ اس زمانہ کے تمام نامور شعراء جریر، فرزدق، نصیب اور سینکڑوں دوسرے مشہور شعراء جب خلیفہ کی مدح سرائی کرتے ہیں تو اس کو خلیفۃ اللہ سے مخاطب کرتے ہیں۔

یہ اس زمانے کے لوگوں کے اعتقاد کا صرف ایک نمونہ ہے۔ دین کی بنیادی باتوں کے سلسلہ میں بھی اس حد تک ایمان کمزور ہو چکا تھا۔

لوگوں کے اخلاق و عادات کی حالت تو اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ ابوالفرج کی کتاب اغانی کا مطالعہ کرتے وقت ایک نکتہ یہ میرے ہاتھ آیا کہ تقریباً اسی اور نوے ہجری سے ۵۰،۶۰ سال بعد تک جتنے بڑے بڑے گانے بجانے والے عیاش اور عشرت طلب افراد تھے، وہ یا تو مدینہ سے تعلق رکھتے تھے یا مکہ سے۔ چنانچہ جب شام میں خلیفہ کا دل اکتا جاتا تھا، محفل رقص و سرود گرم کرنے کی خواہش مچلنے لگتی تھی اور بہترین قسم کے گانے بجانے والوں کو سننے کا دل چاہتا تھا تو اس کے لیے مکہ یا مدینہ سے کسی کو لایا جاتا تھا، جو اس وقت کے مشہور و معروف گانے بجانے والے مغنیوں اور طبلہ نوازوں کے مراکز تھے۔ بدترین فحاشی اور ہرزہ سرائی کرنے والے شعراء مکہ اور مدینہ بھی موجود تھے۔

سے منع کرتا تھا۔ جبکہ جناب مختار ثقفی جیسی شخصیت ان دونوں یعنی امویوں اور زبیریوں کی دشمن اور ساتھ ہی ساتھ محبِ اہل بیت تھی۔

جب مختار ثقفی نے عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کے سر مدینہ میں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجے تو امام سجادؑ نے فرمایا: "حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے میرے لیے میرے دشمنوں سے خونِ حسینؑ کا انتقام لے لیا۔ اللہ تعالیٰ مختار کو جزائے خیر دے۔"

(۵) واقعہ حرہ

مسلم بن عقبہ کے لشکر سے اہل مدینہ کی زبردست جنگ ہوئی عبدالہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ اپنے آٹھ بیٹوں سمیت مارا گیا۔ ان کے علاوہ مہاجرین و انصار اور بنو ہاشم کی بڑی تعداد بھی ماری گئی۔ یزید بن معاویہ کے حکم پر مدینہ کا شہر یزیدی فوج کے لیے تین دن تک مباح کر دیا گیا۔ اہل مدینہ نے روضۂ رسولؐ میں پناہ لینا چاہی لیکن یزیدی لشکر گھوڑوں سمیت مسجد نبوی میں داخل ہو گیا اور وہاں اتنے لوگ قتل ہوئے کہ خون بہتا ہوا قبر رسول تک جا پہنچا اور ریاض الجنہ میں گھوڑوں نے گندگی پھیلائی۔

تین دن تک مسلمان لڑکیوں کی آبروریزی جاری رہی جس کے نتیجے میں ایک ہزار بچے پیدا ہوئے جنہیں "اولادِ حرہ" کہا گیا۔

زندہ بچ جانے والے لوگوں سے یہ کہہ کر بیعت لی گئی کہ وہ یزید کے غلام ہوں گے اور اسے ان کے مال و جان پر پورا اختیار ہوگا۔ ان حالات میں صرف وہ لوگ محفوظ رہے جو مدینہ سے باہر چلے گئے یا جنہوں نے امام سجادؑ کے گھر پناہ لے لی۔

بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کے اثرات یزید کے لیے اتنے غیر متوقع تھے کہ وہ اب اہلبیتؑ کے ساتھ ٹکراؤ نہیں چاہتا تھا۔

(۶) محمد بن شہاب زہری

محمد بن شہاب بنو امیہ کا درباری عالم تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ علم حاصل کرنے کے لیے امام سجادؑ سے استفادہ کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے کسی کو بھی علیؑ بن حسینؑ سے بڑھ کر فقیہ نہیں پایا۔

بقیہ: شہادت زادِ کربلا

کی لاش تلاش کرنے پر بھی شہیدوں میں نہیں ملتی ہاں زمین پر ایک چھوٹی سی قبر بنی ہوئی ہے۔ یہ علی اصغر کی تربت ہے۔ اس بچہ کو خود امام حسین نے شہادت کے بعد ہی دفن کر دیا تھا شاید اس لیے کہ امت رسول کا یہ جرم اتنا سنگین تھا کہ فرزند رسول کی انسانی غیرت کو خود اس منظر کے سامنے رہنے سے شرم انگیز ہوتی تھی۔

سب سے آخر میں نگاہ نشیب کی طرف جاتی اور وہیں ٹھہر جاتی ہے یہاں ایک تقدس کا مادہ پیکر نورانی شعاعوں کا خزانہ خونین شفق کے اندر چمکتا ہوا سورج ایک ہمہ تن جراحت لاشہ ایسا پڑا ہوا ہے جس کا سر پہلے ہی جدا ہو چکا ہے اس لیے صورت سے تو پہچانا نہیں جا سکتا مگر زخموں کی کثرت بتلاتی ہے کہ تمام حربوں کا اصلی مقصد اور عداوتوں کا آخری مرکز یہی تھا۔ شکستہ کمر یہی ظاہر کرتی ہے کہ وہ ہے جس کا برابر کا بھائی مار ڈالا گیا ہو بازو تیر سے چھدا ہو خبر دیتا ہے کہ وہ ہے جس کے ہاتھوں پر چھ مہینے کا بچہ نشانہ تیر ستم بنا خون سے رنگین ہاتھ پتہ دیتے ہیں کہ یہ وہ ہے کہ جس نے بے شیر کا خون چہرے پر مل لیا تھا سینہ پر کشادہ گھاؤ اور پشت کے پار اس کا نشان بتلا رہا ہے کہ وہ جس کے سینہ پر تیر پڑا تو سامنے سے نکل نہ سکا آخر پشت کی جانب سے اسے کھینچا اور سینہ سے خون پرنالے کی طرح جاری ہوا جسم کے پارہ پارہ ٹکڑے اس کی دلیل ہیں کہ وہ ہے جس کا جسم بعد شہادت گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا۔

ان خصوصیات سے صاف معلوم ہوا ہے کہ یہ شرافت کی جان انسانیت کی روح صداقت کا مجسمہ پیغمبر اسلامؐ کی نشانی علیؑ کا فرزند حسینؑ جو کربلا کے مجاہدین کا سرگروہ اور اس ہمیشہ شاد رہنے والے کارنامے کی مرکزی شخصیت ہے جس نے جان دے دی مگر حق و صداقت پر آنچ نہ آنے دی جس نے عزت اسلام پر اپنی ہر چیز قربان کر دی اور بقول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کلمہ لا الہ الا اللہ کی از سر نو بنا قائم کر دی۔

آج ہر سال دنیا کے تمام مشرق و مغرب میں محرم میں ان ہی کا سوگ منایا جاتا ہے اور انہی کی یاد ہے جو مختلف اندازوں پر برابر تازہ کی جاتی ہے اور تیرہ صدیوں سے ہر سال کے بعد دوسرے سال اس میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔

کس کے دل میں اتنی طاقت ہے کہ وہ آج شہادت زار کربلا کی سیر کرے۔

ایک دل الجھانے والی خاموشی ایک دم گھونٹنے والی اداسی وہ قافلہ جو دوسری محرم کو اس سرزمین پر اترا تھا آج اپنا اسباب باندھ کر جاچکا ہے اس لیے سناٹا چھایا ہوا ہے یقیناً یہ منظر دل بلا دینے والا ہے مگر انسان بھی عجیب چیز ہے وہ ہر بڑے حادثے کی کیفیتیں دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے چاہے بعد میں اس کو تکلیف بھی پہنچے پھر بھی وہ واقعات ضرور معلوم کرتا ہے جب ایسا ہے تو ذرا دل مضبوط کرکے میرے ساتھ چلو اور کربلا کے مختلف مناظر کی اس وقت سیر کرو۔

وہ دیکھو ایک بے شمار خیموں اور جھول داریوں کا سلسلہ جن سے اکثر میں چراغ روشن ہیں اور وہ بہت سے خیموں کے جھرمٹ میں ایک بڑا خیمہ جس میں تیز روشنی ہے ضرور یہ روشنی تمہاری نگاہ کو سب سے پہلے جذب کرے گی اس لیے چلو یہاں دیکھ لیں کہ کیا ہو رہا ہے یہ یزیدی فوج کے سالار عمر سعد کا خیمہ ہے جہاں اس وقت فتح کی خوشیاں منائی جارہی ہیں تمام بڑے افسر جمع ہیں پیغمبر اسلامؐ کے نواسے کا تین دن کی بھوک و پیاس میں خنجر ظلم سے گلا کاٹنے والے اپنے کارنامے پر ناز کر رہے ہیں اور ایک ایک شہید کی شجاعت کے تذکرہ کے ساتھ اس کے قتل کرنے والے کی تعریفیں ہو رہی ہیں اگرچہ سینکڑوں خیموں سے اس وقت زخمیوں کی کراہ کی آواز اور جیموں سے مقتولین کے غم میں نالہ و شیون کی آوازیں بھی بلند ہیں مگر نتیجہ کی کامیابی نے کانوں کو اس طرح کی آوازوں سے بند کر دیا ہے اور شراب ناب کے دور کے ساتھ فتح و ظفر کا نشہ سب کو بے خود بنائے ہوئے ہے۔ یقین ہے کہ تم سینہ میں ایک شریف انسانی دل رکھتے ہو اس لیے اس منظر کو دیکھ کر خوشی میں شریک ہونے کے بجائے نفرت و حقارت کے جذبات محسوس کرنے لگو گے تمہارا ضمیر ملامت کرے گا اور تمہاری انسانیت چیخ اٹھے گی بھلا وہ فتح بھی کوئی فتح ہے جسے کم از کم تیس ہزار کی فوج بہتر بھوکوں اور پیاسوں کے مقابلے میں اپنے لاتعداد سپاہیوں کو کھو کر جنگِ مغلوبہ سے حاصل کرے وہ بہتر جن میں سب سے لڑنے کے قابل بھی نہ ہوں ان میں اسی برس کا بوڑھا اور چھ مہینے کا بچہ بھی داخل ہو گیا اس فتح پر ناز کرنا انتہا درجہ کی کم ظرفی اور پست نگاہی نہیں ہے کیا یہ فتح یقیناً فتح ہے۔

نہیں وہ شکست ہے جس کی گرد ذلت اس فوج اور اس کی ظالم حکومت پر ہمیشہ کیلیے چھائی رہے گی۔ یہ خیالات یہاں کے طرب ونشاں کے سامان خوشی و مسرت کے شادیانوں اور نائو نوش کی دلچسپیوں کو ایک حساس دل کو بے کیف بنا دیتے ہیں، جی گھبرانے لگتا ہے اور بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ یہاں سے نکل کر میدان کی کھلی ہوا میں سانس لے کر غم غلط کیا جائے وہ دیکھو نہر فرات لہریں لے رہی ہے۔ پانی دور سے نظر آ رہا ہے کیونکہ راستہ صاف ہے وہ پہرہ جو تین دن سے اس پانی پر بیٹھا ہوا تھا اُٹھ چکا ہے وہ ہزاروں سپاہیوں کے پہرے جو دن رات جمے رہتے تھے آج ہٹائے جاچکے ہیں اس لیے کہ وہ شیر جن کے نیم جان بنانے کے لیے پانی کی بندش ہوئی تھی لڑ بھڑ کر ساحلِ فنا کے اس پار پہنچ چکے ہیں۔

دریا کا کنارہ پریشان دل کے سکون کے لیے بہترین جگہ ہے مگر دریا کے ساحل پر خون کی بو آ رہی ہے۔ موت کے قدموں کے نشان ہر طرف آتے ہیں کسی شیر کے نعروں کی صدا اب تک گونج رہی ہے گرے ہوئے خون کا سلسلہ رہنمائی کرتا ہوا آگے لے جاتا ہے۔ قدم بھٹکتے ہیں، دل دھڑکتا ہے ایک نامعلوم رعب کا احساس دور باش کی صدا دیتا ہے غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ترائی میں ایک شیر آرام کر رہا ہے جس کا جسم تمام زخموں سے چور ہے سر شگافتہ ہے ہاتھ دونوں جسم سے جدا ہیں مگر کٹے ہوئے ہاتھ کے شانہ میں

Scanned with CamScanner

مشک کا تسمہ اب تک پھنسا ہوا ہے وہ مشک جس میں سوراخ ہے اور اس کا پانی تمام بہہ چکا ہے۔ جس نے بہادر کے جسم سے بہے ہوئے خون کی روانی میں اضافہ کر کے زمین مقتل کو دور تک رنگین بنا دیا ہے۔ ڈھال تو بہت دور پڑی ہے مگر تلوار دہن کے قریب ہے جھنڈا جو ہوا میں لہرا رہا تھا اور اب زمین پر ہے مگر بہادر کا سینہ علم کا اب بھی محافظ ہے۔

یہ ہے علیؑ کا شیر حسینؑ کا قوت بازو اور علمدار پیاسی سکینہؑ کا سقاء قمر بنی ہاشم عباسؑ جو فوج کا سب سے آخری سپاہی تھا جس نے سب سے آخر میں حسینؑ سے اجازت جہاد طلب کی مگر امام نے پھر بھی لڑنے کی اجازت نہیں دی فقط بچوں کی پیاس بجھانے کے لیے پانی کی سبیل پیدا کرنے کا حکم دیا وفادار عباس کی یہ یادگار کامیابی تھی کہ وہ فوج کا پہرہ ہٹا کر مشک بھر لینے میں کامیاب ہوئے مگر افسوس کہ بھری ہوئی مشک لے کر خیمہ تک پہنچنا ممکن نہ ہوا تیر نے مشک کو چھید کر تمام پانی بہایا اور عباس نے سینکڑوں زخم کھا کر اپنے جسم کا تمام خون بہادیا۔

عباس مشک و علم کے ہوتے ہوئے بھی دشمن کے احساس میں بے بس نہیں تھے آخر دونوں ہاتھ جدا کر دیے گئے مگر پھر بھی عباس جب تک خود گھوڑے سے نہیں گرے علم کو زمین پر نہیں گرنے دیا مگر وہ علم اس کے بعد بھی حقیقت میں گرنے نہیں پایا۔ آج ہزاروں علم اسی ایک علم کی یاد میں ہزاروں کے کاندھوں پر اُٹھ رہے ہیں اور ہر تعزیہ خانہ میں حسینؑ کی ضریح تو ایک ہوتی ہے مگر علم کثرت کے ساتھ نصب ہوتے ہیں۔ یہ اشارہ ہے اس کا کہ عباس تو دنیا میں نہ رہے مگر ان کا علم آج تک اونچا ہے اور ہمیشہ اونچا رہیگا کیونکہ حق کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہیں ہوتا۔

یہ منظر یقیناً اگر ایکطرف دل میں جوش ولولہ حق پر مر مٹنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے اور رگوں میں خون کی روانی بڑھاتا ہے تو دوسری طرف ایک ایسے بہادر کی لاش کا یہ جان فرسا عالم دل کی رگیں توڑنے لگتا ہے۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں وہ آنسو جو بزدلی کے نہیں بلکہ بہادری کی قدر و قیمت کے احساس کا نتیجہ ہیں اور عزم و ہمت کی آگ کو افسردہ نہیں بلکہ اس کی شعلہ افروزی میں اور اضافہ کرتے ہیں۔

دل تو چاہتا ہے کہ حسرت کے اسی ایک منظر میں غرق ہو جائے مگر ساحل کی بلندی سے صحرا کا گلگوں تختہ صاف نظر آتا ہے اور نگاہ کو کشاں کشاں اپنی طرف لے جاتا ہے۔

یہاں کوئی ایک ہی مرقع نہیں ہے جو توجہ کا مرکز بن سکے بلکہ چپہ چپہ شہادت زار تو یہی جگہ ہے دور تک لہو کا چھڑکاؤ ہے جا بجا خون کے تھالے بن گئے ہیں ٹوٹے ہوئے نیزے شکستہ تلواریں کٹے ہوئے تیروں کے انبار ہیں جو ادھر اُدھر لگے ہوئے ہیں۔ دشمنوں کے سر ہزاروں کی تعداد میں زمین پر لڑھک رہے ہیں اور لاشے بھی بہت دور تک نظر آتے ہیں۔ ان سب کے بیچ میں بہتر یا زیادہ سے زیادہ سوسوا سو نورانی مجسمے خاک و خون میں آلودہ ہیں اس عالم میں ہیں کہ کسی کا جسم تیروں سے چھلنی ہے کسی کا سر گرز سے شگافتہ ہے کسی کا پہلو خنجر سے چاک اور کسی کا سینہ نیزہ سے نگار ہے۔

ان میں ساٹھ ستر اور اسی برس تک کے بوڑھے ۱۸ سے لے کر ۳۵ برس تک کے جوان اور گیارہ بارہ برس تک کے کمسن بچے بھی ہیں۔ ہاشمی خاندانوں کے جوانوں بلکہ بچوں تک کی سج دھج سب سے الگ ہے ان میں ایک چاند کا ٹکڑا تلوار کا پھل کھائے اس شان سے پڑا ہے کہ عمامہ کے پیچ خون سے رنگین ہو کر لٹک آئے ہیں اور اس حسین چہرے پر سہرے کی طرح چھا گئے ہیں۔ یہ حسنؑ کا تبسم اور حسینؑ کا عزیز بھتیجا قاسم ہے۔

انہی کے پاس اٹھارہ برس کے کڑیل جوان کا لاشہ ہے جس کے سہرے کے پھول کھلنے کی نوبت نہ آئی۔ یہ علی اکبرؑ ہیں جنہیں حسینؑ اس لیے بہت عزیز رکھتے تھے کہ وہ ہو بہو رسول اللہ کی تصویر تھے ان کے رخصت ہوتے وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنے خالق کو گواہ کر کے کہا تھا کہ جب ہم زیارت رسولؐ کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کے چہرے کو دیکھ لیتے تھے آج کے خوش عقیدہ مسلمان شبیہ نعلین رسولؐ کی بھی جو کاغذ پر بنی ہو عزت کرتے ہیں مگر افسوس وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے خود رسولؐ کی جیتی جاگتی ہوئی نشانی کا خیال نہ کیا وہ حسین اور مقدس جسم تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

علی اکبرؑ کو دیکھتے ہی دل میں علی اصغرؑ کا خیال آتا ہے وہ چھ مہینے کا بچہ جسے حسینؑ نے قربان گاہ شہادت میں سب سے آخر میں پیش کیا تھا جو پیاس سے جان بلب تھا مگر پیاس اس کی پانی سے نہیں بلکہ پیکان تیر سے بجھائی گئی اس

بقیہ صفحہ نمبر 27 پر

اہلِ ایمان، اپنی مجالس اور جلوسوں میں، فرطِ عقیدت اور کمالِ محبت کے ساتھ یہ آواز بلند کرتے ہیں کہ:

لَبَّیْکَ یَا حُسَیْنُ

(جس کا مفہوم یہ ہے کہ: اے امامِ مظلوم...... میں حاضر ہوں)

جس طرح حج و عمرہ کے لئے جانے والا انسان، جب احرام باندھنے لگتا ہے تو نیت کرنے کے بعد تلبیہ پڑھتے ہوئے کہتا ہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ...... (الخ)

(میں حاضر ہوں، اے اللہ، میں حاضر ہوں)

ایک بامعرفت انسان اور ایک بے معرفت انسان...... دونوں، ان ہی فقروں کو ادا کرتے ہیں البتہ یہ واضح ہے کہ:

بے معرفت انسان، جب زبان پر ان الفاظ کو ادا کرتا ہے تو بس اتنا سمجھتا ہے کہ: یہ میرے حج و عمرہ کے احرام کا شرعی ادب ہے، اور پیغمبرِ اکرم کا بتایا ہوا طریقہ ہے کہ جب انسان احرام باندھنے لگے تو ان الفاظ کو زبان پر جاری کرے۔

لیکن بامعرفت انسان، جب ان الفاظ کو زبان پر جاری کرتا ہے، تو وہ سمجھتا ہے کہ بارگاہِ معبود میں حاضری کا کیا مطلب ہے۔ جس طرح حاکمِ اعلیٰ کے دربار میں حاضری کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان وہاں اپنی زبان پر بھی اچھی طرح کنٹرول رکھے تاکہ کوئی خلافِ ادب و تہذیب بات نہ نکلنے پائے اور کوئی ایسا فقرہ نہ پھسل جائے جو حاکمِ اعلیٰ کو ناگوار گزرے۔

اور اپنے حرکات و سکنات پر بھی پورا قابو ہو کہ کوئی ایسی جنبش سرزد نہ ہو جائے جو حاکمِ اعلیٰ کی شان و مرتبے کے خلاف ہو۔

اسی طرح...... بلکہ اس سے کئی ہزار گنا زیادہ احساسات کے ساتھ...... ہمیں بارگاہِ خداوندی میں حاضری کے موقع پر اپنے قول و فعل سے، اُس کی بارگاہ کے آداب کو ملحوظ رکھنا ہے کیونکہ وہ تو پوری کائنات کا حاکمِ اعلیٰ ہے۔

اسی لئے بندۂ مومن تلبیہ کے الفاظ (**لبيك اللهم لبيك......**) زبان سے ادا کرنے کے بعد خود کو اُن پچیس باتوں کا پوری طرح سے پابند بناتا ہے جو احرام کی حالت میں منع ہیں اور بامعرفت مومن، ان کلمات کی ادائیگی کے بعد دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کرتا ہے کہ: میں اب سلطان السلاطین کی بارگاہ میں حاضر ہوں، اب میرا پورا طرزِ عمل ایسا ہونا چاہئے جو رضائے الٰہی کا نمونہ قرار پائے، اور مجھ سے کوئی ایسی فروگذاشت سرزد نہ ہونے پائے کہ عرش سے میرے لئے یہ آواز آئے کہ

لا لبيك، ولا سعديك

(نہ تمہاری حاضری قبول ہے، نہ تمہارے لئے کوئی سعادت ہے)

امامِ مظلوم سرکار سید الشہداء خامس آلِ عبا، فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کر کے جب ایک مومن یہ کہتا ہے کہ:

لَبَّیْکَ یَا حُسَیْنُ (اے امامؑ، میں حاضر ہوں)

تو اُسے اپنے باطن کو ٹٹول کر دیکھنا چاہئے کہ کیا میں پوری طرح نصرتِ امام کے لئے حاضر ہوں......؟

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ: میں ان الفاظ کو رسماً زبان پر جاری کر رہا ہوں...... یا یہ کہ: میں دیکھتا ہوں کہ دوسرے لوگوں کی زبانوں پر یہ فقرہ ہے، تو میں بھی اس فقرے کو دہرانے لگتا ہوں...... نہ اس کے مفہوم پر غور کرتا ہوں، اور نہ اس کے تقاضوں پر توجہ دیتا ہوں۔

اربابِ مقاتل کا بیان ہے کہ عصرِ عاشور جب امام عالی مقام کے تمام انصار و اعوان، درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تھے، اور امام علیہ السلام میدان میں تنہا رہ گئے تھے، تو آپؑ نے اپنے باوفا ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

يا ابطال الصفا، ويا فرسان الهيجا......

(اے میرے شیرو، اے بہادرو، اے دلیرو...... تم کہاں ہو، حسینؑ تمہیں آواز دے رہا ہے)

تو انصارِ حسینی کی کٹی گردنوں سے آواز آئی تھی:

لَبَّیْکَ یَا حُسَیْنُ

جو اُن شہیدانِ راہِ خدا کی انتہائی جاں بازی، فداکاری اور اخلاص کی علامت بن کر تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہوگئی۔ لیکن آج جب کوئی مومن زبان سے کہتا ہے کہ: **لَبَّیْکَ یَا حُسَیْنُ** (اے امامؑ میں حاضر ہوں) تو اُسے ضرور اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ کیا وہ امامؑ کے احکام کی تعمیل کے لئے دل و جان سے حاضر ہے؟ کیا وہ قول و عمل کے اعتبار سے، واقعاً اور حقیقتاً حسینی ہے؟

کیا وہ حسینیت کی سچی معرفت رکھتے ہوئے اُس کے تقاضوں کے مطابق زندگی سر کرنے کی سنجیدہ کوشش کرتا ہے۔ اور کیا اُس نے سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیغام کو اس کی روح کے مطابق سمجھ کر اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حسینی ہونے کے دعوے دار ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے نکلنے اور کربلا کی طرف جانے کا مقصد کیا بیان کیا ہے؟

کیونکہ جو شخص اُس مقصد کو سمجھنے کی پوری کوشش کرے اور اُس کے تقاضوں کی تکمیل کرے اُسی کا "**لَبَّیْکَ یَا حُسَیْنُ**"...... کہنا، معنویت کا حامل قرار دیا جاسکتا ہے۔

آیئے تاریخ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب مدینہ منورہ سے سفر کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے کیا فرمایا؟

اس سلسلہ میں بکثرت مورخین اور سیرت نگاروں نے تصریح کی ہے کہ: حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ چھوڑنے سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی "محمد بن حنفیہ" کے نام ایک مفصل وصیت نامہ چھوڑا جس کا ایک ایک فقرہ قابل غور ہے۔ البتہ ہم اس کے چیدہ چیدہ نکات کی طرف، قارئین کرام کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

انی لم اخرج اشراً ولا بطراً

میں خودسری، یا فخر و مباہات کے طور پر نہیں نکلا ہوں

بلکہ انما خرجت لطلب الاصلاح فی اُمة جدی رسول اللہؐ

میں صرف اپنے نانا کی اُمت کے معاملات کی اصلاح کی تلاش میں نکلا ہوں اور میری آرزو ہے کہ

امر بالمعروف و انھی عن المنکر

نیکی کی ہدایت کروں اور بُرائی سے روکوں

واسیر بسیرة ابی وجدی

اور اپنے بابا اور نانا کی سیرت پر چلوں

(شاہکار آفرینش: مقتل شیخ الرئیس صفحہ ۷۹)

مذکورہ بالا وصیت نامہ کے نکات پر غور کرنے اور پھر امام علیہ السلام نے کربلا کے راستے میں متعدد مقامات پر جو خطبے دیے ہیں اُن سب پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام علیہ السلام اپنے نانا، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں جو کجروی اور بگاڑ دیکھ رہے تھے اُسے درست کرنے اور دینِ مصطفیٰؐ کی اعلیٰ اقدار کو جس طرح پامال کیا جا رہا تھا اُس کی اصلاح کے لیے نکلے تھے۔

اور اس اصلاح کی راہ میں آپ نے سب سے پہلے جس فریضہ کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ یعنی نیکی کی ہدایت کرنا اور برائی سے روکنا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ کے تابندہ نقوش سے بنی نوعِ انسان کی قسمت کو سنوارنے کی سعی بلیغ۔

اب جو لوگ بھی دنیا کے جس علاقے، جس خطۂ ارض اور جس دور میں بھی "**لبیک یا حسین**" کی صدا بلند کرتے ہیں۔

اُن کی اس عظیم الشان صدا میں معنویت اُسی وقت دکھائی دے گی جب وہ پوری طرح سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیں، سرکارِ دو عالمؐ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیں، اور سیرت امیرالمومنین کو اپنا کر اُسے لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ بھی انجام دیا۔ یہ بات ہر مومن کو یاد رکھنی چاہیے کہ :

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہٰ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

پیغام حسینی کی نشر و اشاعت اہلِ ایمان کا وہ اہم ترین فریضہ ہے جسے حسینی قافلے

بقیہ صفحہ نمبر 34 پر

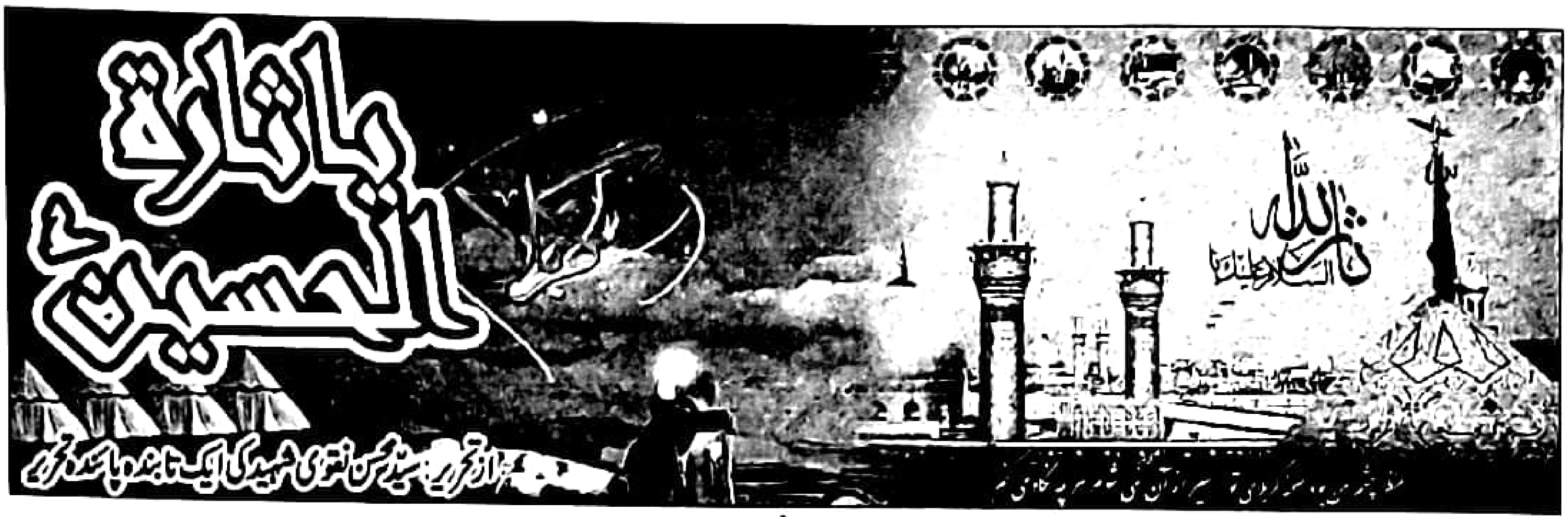

نبیوں کے اقتدار کا ضامن حسینؑ ہے
ناممکنات دہر میں ممکن حسینؑ ہے
جس کو شبِ گناہ یزیدی نہ چھو سکے
اُس عصر کی نماز وہی دن حسینؑ ہے

- ❖ ابوذر راتم مجھے ان دنوں بہت یاد آتے ہو، کیوں کہ ان دنوں میرے ملک میں شیعانِ حیدر کرارؑ صداقت آل محمدؐ کے لیے ایک قافلہ کی صورت اختیار کرتے جارہے ہیں، آؤ اس قافلہ کے سالار بنو۔
- ❖ میں مختار ثقفی کی تلاش میں ہوں مگر کوفہ کا ہر دروازہ مختار کے سوا کسی اور نام سے منسوب ہے میرے خدا! مجھے ابراہیم بن مالک اشتر، مختار اور دوسرے ساتھیوں کی خبر دے تاکہ ہم سب مل کر "یا ثارۃ الحسینؑ" کا نعرہ بلند کرسکیں اور پھر کوفہ کی گلیاں قاتلانِ حسینؑ ابنِ علیؑ کے خون سے سیراب ہوجائیں۔
- ❖ زندگی ہر لمحہ بدلتے ہوئے جذبات کی مسلسل نظریاتی تکمیل کا نام ہے۔ نظریاتی تکمیل کو انسانی لغت میں "انقلاب" کہتے ہیں اس لیے زندہ رہنا چاہتے ہو تو "انقلابی" بننا سیکھو اور یاد رکھو تم اس وقت تک مکمل انقلابی نہیں بن سکتے، جب تک "حسینیت" کو اپنا نصب العین نہ بنا لو، کیونکہ میرا "حسینؑ" مکمل انقلاب ہے۔
- ❖ آزادی، انسان کا فطری حق ہے اور حسینؑ وہ واحد انسان ہے جس نے آزادی کو اس کا حقیقی مفہوم عطا کر کے اسلام کی پیشانی سے غلامی کا مکروہ داغ دھوڈالا اس لیے اسلام کو سمجھنا ہے تو سب سے پہلے حسینؑ کو سمجھو کہ تمہیں اپنا فطری حق مل سکے۔
- ❖ محمدؐ "مشکل آثار" انسان ہے اور حسینؑ "مشکل پرست" بہادر ہے۔ پھر خدا جانے ان تمام کو ماننے والے مشکلوں سے خائف کیوں ہیں؟
- ❖ جب میں اپنی قوم کی ٹھٹھری ہوئی خاموشی اور یخ بستہ بے حسی پر نظر کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کاش کہیں سے علی اکبرؑ کی اذان سنائی دے یا پھر فضا میں عباسؑ کی تلوار کی جھنکار اس طور سے اُبھرے کہ ہر نوجوان کی رگوں میں خون کی بجائے بجلیاں دوڑیں۔
- ❖ جس قوم کے عزم کی بنیادوں میں علی اکبرؑ کا تابناک لہو صرف ہوا سے مٹانے کا خواب دیکھنا دماغ کے خلل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔
- ❖ جو لوگ اس دور میں "یزیدی" کہلانے کی جرأت نہیں رکھتے وہ "حسینؑ" کے سربکف دیوانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ کہاں سے لائیں گے؟
- ❖ ہمارا جذبہ طوفانِ نوحؑ کی صورت اختیار کرچکا جسے اُبلنے کے لیے کسی ایک سینے کا جوش بھی کافی ہے میں آج کل اسی ایک "سینے" کے جوش کی تلاش میں ہوں۔
- ❖ دوستو! اپنے جسموں پر حسینیت کا لبادہ اوڑھ لو، تاکہ یزیدیت کی آندھی تمہیں کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔
- ❖ میرے بھائیو! حسینؑ کی محبت کا دعویٰ سوچ کر کرنا کہ اسکی قیمت زندگی بیچ کر ادا کرنی پڑتی ہے۔
- ❖ مجھے یقین ہے کہ جو شخص فطری طور پر بزدل ہو وہ حسینؑ کے قافلے میں شامل نہیں ہوسکتا۔
- ❖ جو حکومتیں ہمیں وعدوں سے بہلانا چاہتی ہیں وہ یا تو ہمارے "ماضی" سے بے خبر ہیں یا اپنے "مستقبل" سے۔
- ❖ اگر تم شیعہ ہو تو حسینؑ کی آواز پر لبیک کہہ کر یزیدیت سے ٹکراتے کیوں نہیں؟ اور اگر تم شیعہ نہیں ہو تو حسینیؑ ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہو۔

❖ میرا جی چاہتا ہے کہ ہر گلی میں صدا لگاؤں کہ "ہے کوئی مالک اشتر جو عصرِ حاضر میں معاویہ کے خیمے کی طنابیں کاٹ ڈالے، کیونکہ مجھے ہر طرف صفین کا میدان نظر آتا ہے۔"

❖ دوستو! زندہ رہنا ہے تو غیرت مندوں کی طرح زندہ رہو اور مرنا ہے تو ہمیشہ جینے کے لیے مرو، یہی کربلا والوں کا پیغام ہے اور یہی حسینؑ کے دیوانوں کا نصب العین۔

❖ ہمیں مٹانے والو! ذرا ٹھہرو سنو اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کا سردار حسینؑ ہے۔ قافلہ سالار عباسؑ ابن علیؑ ہے۔ ہمارے میمنہ پر علی اکبرؑ کا پہرہ ہے میسرہ قاسمؑ کے ہاتھ میں ہے۔ قلب لشکر کا نگہبان حسینؑ ابن علی اور ہمارا پرچم زینبؑ کی چادر سے بنا ہے۔ حبیب ابن مظاہر، مسلم، جون اور بریر ہمارے اتالیق ہیں۔ ہماری تلواریں خیبر و خندق کے پتھروں پر صیقل ہوئی ہیں اور ہم موت کو اپنے لیے زیور سمجھتے ہیں بولو اب کیا ارادہ ہے؟

❖ لوگو! اگر سننا چاہتے ہو تو حسینؑ کی کہانی سنو اگر دیکھنا چاہتے ہو تو کربلا دیکھو اگر پڑھنا چاہتے ہو تو نہج البلاغہ پڑھو اگر سوچنا چاہتے ہو تو ربابؑ کی خاموشی پر سوچو اگر بھلانا چاہتے ہو تو زینبؑ کے خطبوں کے سوا سب کچھ بھلا دو اور اگر یاد رکھنا چاہتے ہو تو آلِ محمدؐ کے احسانات یاد رکھو۔

❖ کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ حسینؑ آج بھی "ھل من ناصر ینصرنا" کہہ کر ہمیں اپنی مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔

❖ ہم خوش نصیب ہیں کہ مودت آلِ محمدؐ ہمیں شیرِ مادر کی طرح ورثے میں ملی ہے۔

❖ میری قوم کے جوانو! اپنے سینے تان لو، اپنی آنکھوں میں مودت حسینؑ کی مستی بھر لو اپنے بازوؤں میں عقابی قوتیں جمع کر لو اور اپنی صفیں پھر سے درست کر لو کہ یزیدیت پھر سے سر اٹھانا چاہتی ہے تمہارے پاس علی اکبرؑ کا جذبہ، عباسؑ کی غیرت، حبیب ابن مظاہر کا عزم اور عون و محمد کے ارادے امانت ہیں۔ دنیا ان امانتوں کو تم سے چھین لینا چاہتی ہے خبردار! جاگتے رہنا تم سو گئے تو قیامت کے دن حسینؑ کے سامنے سرخرو ہونے کی بجائے تمہیں شرمندہ ہونا پڑے گا۔

❖ عزادارو! مظلوم کربلا کا "غم" تمہارے پاس امانت ہے اور اس امانت کو نہایت دیانت داری سے اپنی آئندہ نسلوں کے سپرد کرو مگر مرنے سے پہلے۔

❖ میں سیم و زر کے دیوتاؤں کے عتاب سے قطعاً خائف نہیں کیونکہ میرے نعرۂ مستانہ کی گونج سیم و زر کے محلات کو پاش پاش کرنے کے لیے کافی ہے اور یہ نعرۂ مستانہ میں نے ایک قلندر سے سیکھا ہے جس کا نام تھا "ابوذر"۔

❖ عزاداریٔ حسینؑ ہماری رگوں میں خون کی طرح رچ بس گئی ہے ہم مر تو سکتے ہیں مگر عزاداریٔ حسینؑ پر ناروا پابندیاں برداشت نہیں کر سکتے ہماری سانسیں غمِ حسینؑ کے لیے وقف ہیں اور ہم سے ٹکرانے والے یہ سوچ لیں کہ وہ ایک ایسی قوم سے ٹکرا رہے ہیں جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پروان چڑھی ہے یقین نہ آئے تو ہماری تاریخ آج بھی ظلم و استبداد کا مذاق اڑا رہی ہے۔

❖ حسینؑ ہم شرمندہ ہیں کہ تجھے صحیح معنوں میں سمجھنے کی صلاحیت ابھی تک ہم میں پیدا نہیں ہوئی اور اس سے زیادہ ندامت ہمیں اس وقت محسوس ہوتی ہے جب تیرے عزادار ہونے کے باوجود تیرے اسوہ پر عمل کرنے سے ہم ہچکچاتے ہیں۔

❖ حسینؑ! تو سرخرو ہے کہ تو نے بیمار انسانیت کی بوڑھی انا کے کانپتے ہوئے سر پر "خاکِ شفا" کا تاج سجا کر عظمتِ آدمؑ کی آبرو رکھ لی مگر ہم شرمندہ ہیں کہ ہم تیری مسیحائی کا دامن چھوڑ کر اپنی انا کی شکستہ قبر کے مجاور بن گئے اور آج تک سر اونچا نہ ہو سکا ہر اولاد ہمیشہ والدین کی مرہونِ منت ہوتی ہے خدا جانے لوگ یزید کے کردار کو دیکھنے کے بعد بنی اُمیہ سے محبت کیوں کرتے ہیں؟

❖ میرا جی چاہتا ہے کہ کبھی تین دن پیاسا رہوں اور پھر کڑکتی ہوئی دھوپ میں اپنے "حسینؑ" پر کوئی نظم کہوں شاید یوں میں اپنے عظیم سلطان کی خدمت کا حق ادا کر سکوں۔

❖ ملک بھر میں شیعیان حیدرِ کرارؑ سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔

❖ شیعہ قوم کا بچہ بچہ مذہب حقہ کی ترویج و ترقی کے لیے ہمہ وقت مصروف رہے۔

❖ اپنا احتساب کرتا کہ کوئی ہاتھ تمہارے گریبان کی طرف نہ بڑھ سکے۔

❖ جو قوم تلواروں سے بھلا عبادت سمجھتی ہو اسے قلم کی پرسش سے نہیں ڈرایا جا سکتا۔

❖ تلوار ہو یا قلم ہم دونوں کی سختیاں جھیلنے کے عادی ہیں۔

❖ میرا ایمان ہے کہ "من مات علی حب آل محمدؐ مات شهيدا" اس لیے میرے نزدیک زندگی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اصل حیات محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مودت ہے اور اسی مودت کا نام ابدیت ہے۔

❖ حسینؑ ایک انسان کا نام نہیں بلکہ مکمل انسانیت کا نام ہے۔

❖ لوگ کہتے ہیں کہ موت جملہ اسباب جہاں پر حاوی ہے مگر مجھے فخر ہے کہ میرا آئیڈیل حسینؑ موت پر حاوی ہے۔

❖ مذہب آلِ محمدؐ کی اساس اصولوں کی صداقت اور کردار کی بلندی پر ہے۔

❖ زندہ لوگو! حسینؑ کو آئیڈیل بناؤ تاکہ موت تمہارے قریب سے دبے پاؤں گذر جائے۔

❖ دنیا والو! یوم عاشور نوکِ سناں کے خلیب کی باتیں سننا چاہتے ہو تو اپنی ساعت کے چہرے سے مصلحت کی نقابیں اُتار کر ننگے پاؤں میدان میں نکل آؤ تاکہ حسینؑ کا پیغام سمجھ سکو۔

❖ آلِ محمدؐ کے افراد صفات خداوندی کا وہ شفاف آئینہ ہیں جن میں قدرت اپنی تجلیات کے خدوخال سنوارتی ہے ہمیں فخر ہے کہ ہماری حیثیت آئینہ برداروں کی ہے۔

❖ کیا میں پوچھ سکتا ہوں؟ کہ تاریخ اسلام کو سب سے پہلے مسخ کرنے والے کی سزا کیا ہے؟

❖ اے میرے حسینؑ کے خالق! میری قوم کے بزرگوں کو عزم حبیبؑ، جوانوں کو "جذبۂ اکبر" کمسنوں کو تربیت عون و محمد اور بچوں کو ضبط علی اصغر عطا فرما تاکہ اُمیہ کے حاشیہ بردار میری قوم پر طنز کرنے کی جرأت نہ کرسکیں۔

❖ دنیا کے تقریباً تمام مذاہب کی آخری منزل "انسانیت" ہے۔ انسانیت کے "بیت اللہ" کا نام "حسینؑ" ہے اسی لیے تو میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ میرا نصب العین صرف انسانیت نہیں بلکہ انسانیت کی معراج ہے۔

❖ حسینؑ اسے کہتے ہیں جو اجاڑ دشت کے ذروں کو عرش معلیٰ کی رفعتیں عطا کردے۔

❖ کبھی کبھی مجھے یوں لگتا ہے جیسے حسینؑ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہا ہو" جاگو کہ یزید ابن معاویہ میرے جلے ہوئے خیموں کی راکھ پر شب خون مارنا چاہتا ہے" اگر واقعی ایسا ہے تو پھر ہماری نیند دنیا کا فضول ترین شغل ہے۔

❖ جب سے میرے ملک میں چور کی سزا "ہاتھ کاٹنا" ہوئی ہے میں ہر وقت ان لمحوں کا منتظر رہتا ہوں جب رسولؐ کی بیٹی کی چادر چرانے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔

❖ آؤ! ہم سب مل کر فضا میں اسوۂ حسینؑ کا پرچار کرکے پرچم عباسؑ کو چاند کے سینے میں نصب کردیں تاکہ دنیا پر واضح ہوجائے کہ ہم حقیقی معنوں میں عزادار ہیں۔

بقیہ: لبّیک یا حسینؑ

کے سربرآوردہ افراد ہر دور میں ادا کرتے رہے ہیں، اور اس سلسلہ میں اُنہوں نے دار و رسن کی سختیوں کا کبھی خیال نہیں کیا۔

آج بھی جو لوگ اس قافلے میں اُس کے شرائط و آداب کے ساتھ شامل ہونے کے آرزومند ہیں، وہ اس فرض کی ادائیگی میں پیش قدمی دکھائیں۔

جو صاحبانِ قلم ہیں، وہ اپنی تحریروں کے ذریعہ۔

جو صاحبانِ زبان ہیں وہ اپنی تقریر و خطابت کے ذریعہ۔

جو صاحبانِ درس و تدریس ہیں، وہ تعلیم و تربیت کے تمام مراحل میں۔

اور جو صاحبانِ فکر و دانش ہیں، وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس پیغام کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ یاد رکھیے اس سلسلہ میں قدم قدم پر اپنوں اور غیروں کی ریشہ دوانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

پھر یہ کہ جو شخص صحیح معنوں میں قول و عمل میں حسینی ہو اس کے دل میں صرف خدا کا خوف ہوتا ہے وہ نہ اپنے سماج سے ڈرتا ہے، نہ بااثر افراد سے۔ نہ اہلِ ثروت سے، نہ حکام سے، نہ انجمنوں سے، نہ اعیان سے اور نہ معاشرے میں اثر و رسوخ رکھنے والوں سے۔

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ باطل کی تمام ریشہ کاریاں مٹ جائیں گی، حق زندہ رہے گا، مخالفتیں ہر سطح پر ناکام رہیں گی اور امام عالی مقام کا نام جبینِ انسانیت کا جھومر بن کر تا ابد جگمگا اور روشنی دیتا رہے گا۔ بقول شاعر۔

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں مگر نام حسینؑ بن علیؑ رہ جائے گا

آیئے ایامِ عزا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور شہیدانِ راہِ خدا کا غم مناتے ہوئے اپنے ضمیر کی آواز کو سننے کی کوشش کریں اور اپنے دلوں کے اندر جھانک کر دیکھیں، اس میں حق کی راہیں قربانی کا جذبہ کس قدر فروزاں ہے۔

بے باک، سنجیدہ اور منصفانہ جائزہ لیتے ہوئے اگر دل کے نہاں خانے میں کسی جگہ باطل کا خوف چھپا ہوا بیٹھا ہو تو اُسے تھپکیاں دے کر سلانے کے بجائے، بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیجئے اور سچے حسینی بن کر پوری قوت کے ساتھ آواز بلند کیجئے کہ:

"لَبَّیْکَ یَاحُسَیْن"

Scanned with CamScanner

اے لوگو! خداوند عالم نے ہم کو علم، بردباری، سخاوت، فصاحت، دلیری اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت عطا فرمائی ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ ہم ہی میں سے ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی - ہم سے ہیں، جعفر طیار ہمارے خاندان کے فرد ہیں، حمزہ سید الشہداءؑ ہمارے خاندان سے ہیں (یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں یزید کے خاندان والوں کو قتل کیا تھا۔ شاید امامؑ کا مقصد یہ رہا ہو کہ یزید اس خاندان کا فرد ہے جو ہمیشہ سے اسلام کا دشمن رہا اور میں اس خاندان کا فرد ہوں جس نے ہمیشہ اسلام کی حفاظت کی) حضرت رسول خدا ﷺ کے نواسے امام حسن۔ وحسینؑ۔ ہمارے ہی ہیں۔

میں مکہ ومنیٰ کا فرزند ہوں، صفا ومروہ اور زمزم کا لاڈلا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے اپنی عبا کے دامن سے "حجر اسود" کو اٹھایا۔ میں اس عالی مقام کا فرزند ہوں جس نے احرام باندھا، طواف کیا، صفا ومروہ کے درمیان سعی کی اور فریضۂ حج انجام دیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے ذات الٰہی رات ہی رات "مسجد الحرام" سے مسجد الاقصیٰ تک لے گئی۔ میں اس کا لخت جگر ہوں جس کی طرف خداوند عالم نے وحی فرمائی۔ میں اس حسین۔ کا فرزند ہوں جسے کربلا کے میدان میں قتل کر ڈالا گیا۔ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرزند ہوں۔ میں فاطمہ × کا فرزند ہوں۔ میں خدیجۃ الکبریٰ × کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جو اپنے خون میں نہایا۔ لوگ حیرت زدہ ہو کر امام کو دیکھ رہے تھے۔ امامؑ کا ایک ایک جملہ خاندان ہاشمی کی عظمت کو اُجاگر اور شہادت حسینی کے مقصد کی اشاعت اور وضاحت کر رہا تھا یہاں تک کہ کاسۂ چشم اشکوں سے لبریز ہو گئے اور دھیرے دھیرے لوگوں کی ہچکیاں بندھنے لگیں اور ہر طرف سے آہ وبکا، گریہ وزاری کی صدائیں بلند تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر یزید کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ جلدی سے موذن کو حکم دیا کہ گلدستہ پر جا کر اذان کہے۔ موذن نے گلدستہ پر جا کر کہا۔

اللہ اکبر۔

امام نے فرمایا بے شک! اللہ بزرگ وبرتر ہے، عظیم وجلیل ہے ہر اس شئی سے جس سے ڈرا جائے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

امام نے فرمایا میں گواہی دینے والوں کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه

لوگ شرم کے مارے سر جھکائے ہوئے تھے اور کان لگائے ہوئے امامؑ کے جواب کو غور سے سن رہے تھے۔ لیکن آنحضرت کا اسم مبارک آتے ہی لوگوں کی نگاہیں امامؑ کے چہرۂ اقدس پر جم گئیں۔ آنسوؤں کی کثرت کی بنا پر ایک پردہ سا آنکھوں پر چھا گیا تھا۔ گویا لوگ امام کے چہرۂ اقدس میں آنحضرت کی تصویر ڈھونڈ رہے تھے۔

امامؑ نے عمامہ مبارک سر سے اتارا اور موذن کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا: موذن بخدا ذرا رک جا۔ موذن خاموش ہو گیا۔ سارے مجمع پر ایک خاموشی چھا گئی۔ یزید کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ ایک رنگ آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھا کہ اذان بھی اس کے مقصد کو پورا نہ کر سکی۔ امامؑ نے یزید کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

اے یزید ذرا یہ بتا کہ رسولؐ تیرے جد ہیں یا میرے۔ اگر یہ کہے کہ تیرے جد ہیں تو یہ سارا مجمع تیرے جھوٹ کی گواہی دے گا اور اگر یہ کہے کہ میرے جد ہیں تو پھر یہ بتا کہ تو نے میرے بابا کو کیوں قتل کیا ان کے مال اسباب کو کیوں لوٹا۔ ان کے گھر کو کیوں تاراج کیا، ان کے اہل حرم کو کیوں اسیر کیا۔ یزید ان تمام کاموں کے باوجود "محمد مصطفیٰ ﷺ" کو خدا کا رسولؐ جانتا ہے اور قبلہ رُخ ہو کر نماز بجا لاتا ہے تو قیامت کے دن میرے جد اور میرے باپ کو کیا منہ دکھائے گا۔

یزید نے موذن کو اقامت کا حکم دیا۔ یہ حکم سنتے ہی مجمع بپھر گیا اور غصہ کے مارے کچھ لوگ بغیر نماز پڑھے مسجد سے چلے گئے۔ صفحات تاریخ آج بھی بانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ امام سجادؑ اور اہل بیتؑ عصمت وطہارت کے خطبوں کے اثرات کہاں تک پہنچے اور کس حد تک مقصد حسینی لوگوں کے دلوں میں جگہ پیدا کر چکا تھا اور وہ ضمیر جس پر اموی سیاست، مصلحت وقت اور تخت وتاج کی خاطر جہالت کے پردے ڈال دیئے گئے تھے۔ لوگوں سے غور وفکر کی صلاحیت چھین لی گئی تھی۔ امام کے خطبوں نے ان میں انقلاب پیدا کر دیا اور ہر ضمیر خفتہ کو حقائق کے چھینٹوں سے بیدار کر دیا۔ غور وفکر کی راہیں لوگوں کے سامنے واضح طور سے آشکارا کر دیں۔ یہی وجہ تھی کہ جس کی بنا پر یزید کو مجبور ہونا پڑا کہ اہل حرم کو جلد از جلد آزاد کر دے اور عزت واحترام کے ساتھ مدینہ پہنچا دے۔ لیکن حقائق سے بھری ہوئی تقریریں اپنا اثر قائم کر چکی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ابھی کوئی زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ عراق اور حجاز میں اموی سلطنت کے خلاف علم بلند ہونا شروع ہو گئے اور ہزاروں لوگ امام حسینؑ کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے آمادہ ہو گئے۔

مادی نقطۂ نظر سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ معرکۂ کربلا کے نتیجہ میں یزید کو فتح ہوئی اور امام حسینؑ کو مکمل طور پر شکست ہوگئی مگر حقیقت یہ ہے کہ کسی زبان و لغت میں بھی فتح پانے کے معنی "قتل کر دینا" اور شکست کھانے کے معنی قتل کر دیا جانا نہیں قرار پا سکتے۔ بلکہ فتح نام ہے کامیابی یعنی مقصد کے حصول کا اور شکست ناکامی یعنی مقصد کے ہاتھ نہ آنے کا، لہٰذا معرکۂ کربلا کے نتیجہ کے متعلق کسی فیصلہ تک پہنچنے کے لئے طرفین کے مقاصد کو سمجھنا بہر حال ضروری ہے۔

یزید سے امام حسینؑ کو ذاتی اور شخصی اغراض کی بناء پر مخالفت نہ تھی۔ اگر بحیثیت ایک متنفس کے حسینؑ بس زندگانی دنیا ہی کے خواہاں ہوتے اور یزید آپ کی دنیوی سیاست سے علیحدگی کو اپنے اقتدار سلطنت کے قائم رہنے کیلئے کافی سمجھتا تو عملی حیثیت سے کسی تصادم کا امکان ہی نہ ہوتا۔

مگر وہاں صورت حال یہ تھی کہ یزید مسلمانوں کے سروں پر بحیثیت ایک خود سر اور مطلق العنان فرمانروا کے مسلط ہونے کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام کی نیابت کا دعوے دار تھا اور حسینؑ کے خاموشی کے ساتھ بیعت سے علیحدہ رہنے کو بھی وہ اپنے مقصد میں مزاحم سمجھتا تھا۔ وہ قبلِ اسلام کی مادہ پرستی کو پلٹانے کیلئے عملی طور سے کوشاں اور حسینؑ روحانیت اور خدا پرستی کو قائم رکھنے کے ذمہ دار، وہ جبر و ظلم اور استبداد کا سکہ چلانے کے درپے اور حسینؑ حق و راستی کا علم بلند کرنے پر معمور، وہ اسلامی حدود و امتیازات مٹانے پر تلا ہوا اور حسینؑ اسلامی خصوصیات کو باقی رکھنے کے فریضہ پر متعین تھے چنانچہ یزید نے معرکۂ کربلا کے مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے قہرمانی نقطۂ نظر کو بے نقاب کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ حسینؑ نے (عوام کو ان کے حقوق سے آگاہ کر کے) ہماری بلند عمارتوں اور آرائش و آسائش کے سامانوں کو خطرہ میں ڈال دیا تھا اس لئے ہمیں اپنے اقتدار اور دولت کو قائم رکھنے کیلئے جنگ کرنا پڑی اور حسینؑ نے اپنی مقاومت کی نوعیت کو مندرجہ ذیل اشعار میں واضح فرمایا ہے جو ابن خشاب نے نقل کئے ہیں۔

ترجمہ:۔ "یعنی اللہ جانتا ہے کہ جو کچھ یزید کے پاس ہے وہ سب کا سب دوسروں کا ہے۔ خود اس کو کوئی استحقاق اس پر تصرف کا حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ خیانت کرنے والا نفس انصاف سے کام لیتا تو اپنی رفتار بدل دیتا اور شرارت میں کمی کرتا۔

حسینؑ کا یہی وہ نظریہ تھا جس کا پھیلنا اور دوسروں کے دماغوں اور پھر زبانوں تک پہنچنا یزید کی تباہی کا باعث ہو سکتا تھا۔

استبدادی طاقت اس امر کی متقاضی ہوتی ہے کہ افراد قوم کی قوت احساس اور جرات اظہار ختم کیا جائے۔

چنانچہ حکومت دمشق کی طرف سے ایسی ہی تدبیریں کی گئیں کہ عوام نے یہ سوچنا چھوڑ دیا تھا کہ حکومت جائز ہے یا ناجائز اور اگر کوئی سوچتا اور سمجھ بھی لیتا تو اس میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ وہ اپنے خیالات کا آزادی کے ساتھ اظہار کر سکتا۔ اس کے بالکل برخلاف امام حسینؑ کا مقصد یہ تھا کہ جمہور مسلمین میں قوت احساس اور جرات اظہار کی صفتیں جو مفقود ہو گئی تھیں پھر سے پیدا ہو جائیں۔

حسینؑ اپنے بلند کردار سے ایک عام بیداری پیدا کرنا چاہتے تھے جس کے ماتحت صرف طاقت و اقتدار کو حق نہ سمجھا بلکہ اصل حق کو حق سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی طاقت پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ عام خیالات جس سطح پر قائم ہو جاتے ہیں اس سے اس وقت تک نہیں ہٹتے جب تک کہ فضائے دماغی میں ہلچل ڈالنے والا کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آتا۔

چنانچہ ۶۰ھ میں حکومت شام کے قبیح و مذموم افعال عام طور پر مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر بھی ان پر ایک عام بے حسی چھائی ہوئی تھی۔ یہی سبب تھا کہ امام حسینؑ کا ساتھ دینے والے بھی تعداد میں بہت کم تھے۔

لہٰذا فطری حیثیت سے ضرورت تھی کسی ایسے اچانک حادثہ کی بلکہ غیر معمولی

Scanned with CamScanner

واقعہ کی جو عام خلقت انسانی کی قوت احساس کو بیدار کردے۔ چنانچہ امام حسینؑ کی شہادت نے اسی مقصد کو حاصل کیا۔

اسی کے ساتھ آپ کی عملی حیثیت سے نہایت شاندار مقاومت کی مثال نے ان میں پھر سے جرأت اظہار پیدا کردی۔ بات یہ ہے کہ عام طور پر جب تک انسان میدانِ عمل میں کوئی صریحی مثال نہیں دیکھ لیتا۔ اس وقت تک ہچکچاتا رہتا ہے لیکن مثال سامنے آجانے پر وہ خود بھی سرگرم عمل ہونے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

میدانِ کربلا میں نہ صرف حسینؑ ہی کو بلکہ بوڑھوں، جوانوں اور بچوں تک کو نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ اپنی اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھنے یا کانوں سے سُن لینے والوں کے نزدیک راہ حق میں موت کا مرحلہ پہلے سے بہت زیادہ آسان ہوگیا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر وہی اسباب جن کے ذریعہ سے خاص طرح کا نتیجہ پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے حد سے بڑھ جانے پر توقع کے بالکل خلاف نتیجہ برآمد کرتے ہیں جیسا کہ عرب کا مقولہ ہے "الشیی اذا تجاوز عن حدہ رجع الی ضدہ" (یعنی) کوئی شئے جب اپنی حد سے تجاوز کرتی ہے تو اپنی ضد کی طرف مائل ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک جابر و قاہر حکومت کی طرف سے عوام پر اس پابندی کا عائد کیا جانا کہ اس کے طرز عمل کے خلاف آواز بلند نہ کی جائے زیادہ تر جبر و تشدد کی بناء پر ہوتا ہے لیکن یہی ظلم و تشدد جب حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اسی دبی اور پسی ہوئی خلقت کی آواز ایک بے اختیار چیخ کے طور پر بلند ہوتی ہے جو آگے چل کر کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے۔

یزیدی حکومت جو حسینؑ پر ظلم و ستم ڈھا رہی تھی وہ اسی غرض سے کہ آپ کے بظاہر عبرت ناک انجام کو دیکھ کر پھر کسی کو ذرا بھی مخالفت کی جرأت نہ ہو اور امام حسینؑ اس کے تمام مظالم صبر و سکون کے ساتھ برداشت کررہے تھے۔

نتیجتاً حکومت اپنے ذوق ستم رانی کے سبب سے یہ تمیز نہ کرسکی کہ ظلم و جور کو کس حد تک جبر کے دباؤ سے خلقت برداشت کرنے پر تیار کی جاسکتی ہے اور کس نقطہ تک پہنچ کر بظاہر وہ احساسات بھی پھریری لے کر چونک پڑتے ہیں اور شکنجۂ ظلم میں گرفتار اور بظاہر بے بس خلق خدا اس شدت سے پھڑپھڑاتی ہے کہ خود شکنجہ ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت امام حسینؑ یہ اعتماد کامل رکھتے تھے کہ آپ حقانیت کے تحفظ میں مصائب کا وہ غیر معمولی مقابلہ کرسکیں گے کہ خود ظلم و تشدد کے دست و بازو آپ کی قوت برداشت کے مقابلہ میں معطل و عاجز نظر آنے لگیں گے۔

حکومت کی توقع یہ تھی اور مظالم ڈھائے اسی لئے جاتے ہیں کہ دوسرے عبرت حاصل کرکے اس کے بعد ایسی جرأت نہ کریں گے اور حکومت کی منشاء کے خلاف طرز عمل اختیار کرنے کا یہ دردناک انجام دیکھ کر کسی میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوگی۔ اسی خیال کے تحت پسماندگان حسینؑ کا لٹا ہوا قافلہ بحال تباہ شہر بشہر اور دیار بدیار تشہیر کیا گیا تھا۔ مگر اوراق تاریخ گواہ ہیں کہ نتیجہ یزید کی توقع کے بالکل خلاف ظاہر ہوا جس کے آثار عین موقع جنگ ہی پر حُر بن یزید ریاحی کے لشکرِ شام سے جدا ہوجانے ہی سے نظر آنے لگے تھے۔ اور پھر شہادت حسینؑ کے بعد تیسرے ہی دن جب دربار ابن زیاد میں سر حسینؑ کے ساتھ بے ادبی کی جارہی تھی تو بوڑھے صحابی زید بن ارقم نے سرِ دربار کھڑے ہوکر صدائے احتجاج بلند کی جس سے ظاہر ہوگیا کہ کربلا کے واقعہ سے حق گوئی کی جرأت کم نہیں ہوئی بلکہ زیادہ ہوگئی۔

پھر جب جامع مسجد میں لوگ جمع کیے گئے اعلانِ فتح سننے کیلئے باوجودیکہ وفاداروں کا خالص جماؤ تھا۔ پھر بھی حسینؑ اور آپ کے والد بزرگوار علیؑ ابن ابی طالب کا نام بے ادبی کے ساتھ آتا تھا کہ دفعتاً مسجد کی خاموش فضا میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی اور بوڑھے نابینا عبداللہ بن عفیف نے اس بے جگری کے ساتھ ابن زیاد کو ٹوکا جو تاریخ میں یادگار ہے۔

اسی طرح یزید نے اپنے دربار میں جب چوب خیزراں سے سرِ حسینؑ کے ساتھ بے ادبی کی تو ابو برزۂ اسلمی نیز سفیر بادشاہ روم نے جو عیسائی تھا اس کے منہ پر اس کو بہت کچھ سخت و سست کہا۔

یہ تھی حسینی فتح کہ باطل کے خلاف احتجاج ہونے لگا اور مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی اپنے میں جرأت اظہار محسوس کرنے لگے تھے۔ معرکۂ کربلا سے پہلے کس کی مجال تھی کہ یزید کے دربار میں امام حسینؑ کا نام عزت کے ساتھ لے سکے لیکن پسماندگانِ حسینؑ کے قیدیوں کی صورت میں اس کے سامنے پیش کیے جانے کے بعد اس کے منہ پر حسینؑ کی تعریفیں ہوتیں تھیں اور اس کو خاموشی کے ساتھ سننا پڑتا تھا۔

اس کے بعد نتیجہ کے لحاظ سے یہ ماننا لازمی ہے کہ حسینؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے لہٰذا وہ فاتح تھے اور یزید اپنے مقصد میں ناکام ہوا لہٰذا وہ یقیناً مفتوح تھا۔

◆◆◆

Scanned with CamScanner

جنابِ زینبؑ دربارِ یزید میں

از تحریر: خطیب آلِ محمد علامہ اظہر حسن زیدی

محترم سامعین! جب سے دنیا بنی ہے اور جب تک دنیا رہے گی، اس آسمان کے نیچے...... اس زمین کے اوپر، نہ حسینؑ جیسا کوئی شہنشاہ ہوا، نہ ہوگا...... یہ سب سے بڑا شہنشاہ ہے جس کا حسینؑ نام ہے...... سب سے بڑا بادشاہ ہے جس کا حسینؑ نام ہے...... اگر آپ یہ کہیں کہ ہمارے باقی آئمہ بھی بادشاہ تھے...... باقی رسول بھی بادشاہ تھے، تو انہیں بادشاہت یا حکومت اللہ نے ازراہِ کرم عطا فرمائی تھی اور حسینؑ نے شہنشاہی قیمت دے کر لی تھی...... اس نے کسی کا احسان نہیں رکھا...... اس نے ہر شے کی قیمت ادا کر لی ہے...... دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ ہے حسینؑ...... سب سے بڑا بے مثل بندہ ہے حسینؑ سب سے بڑا بے نظیر بندہ ہے حسینؑ مجھے بتاؤ سامعین کرام...... تم مجھے بتاتے رہو میں بولتا رہوں...... یہ بتاؤ کہ حسینؑ کا نانا تمام رسولوں میں بے مثل ہے کہ نہیں؟ بولو بھئی؟ بولو بھئی؟ بے مثل ہے...... تمام رسولوں میں حسینؑ کا نانا بے مثل ہے...... اور تمام ولیوں میں حسینؑ کا باپ، بولو بھئی؟ بے مثل ہے...... اور تمام دنیا کی عورتوں میں حسینؑ کی ماں بے مثل ہے...... اور ساری دنیا کے بھائیوں میں حسینؑ کا بھائی حسنؑ؟ بولو بھئی، بے مثل ہے...... اور ذرا سوچ کے بتانا...... ساری دنیا کی بہنوں میں، حسینؑ کی بہن بولو بھئی۔ بے مثل ہے...... دنیا بھر کے بیٹوں میں حسینؑ کے بیٹے؟ بے مثل...... دنیا بھر کے شیر خواروں میں! حسینؑ کا شیر خوار؟ دنیا بھر کی بیٹیوں میں حسینؑ کی بیٹی؟...... دنیا بھر کی فوجوں میں حسینؑ کی فوج؟...... دنیا بھر کے دوستوں میں حسینؑ کے دوست؟ دنیا بھر کے دشمنوں میں حسینؑ کے دشمن؟ بولو بھئی بے مثل ہے یا نہیں؟ حسینؑ کی ساری زندگی بے مثل ہے؟ حسینؑ کی موت بے مثل ہے؟ حسینؑ کی نماز بے مثل ہے...... حسینؑ کی یادگار بے مثل ہے...... حسینؑ کا یہ دربار بے مثل ہے؟ جہاں اتنی بے مثالیاں اکٹھی ہو جائیں اس بندے کے لئے بے تکلف کہہ دو...... حسینؑ لیس کمثلہ شی تو وہ انسان ہے کہ تیری مثل کہیں ہے ہی نہیں؟ نہ اللہ کی کہیں مثل ہے، نہ حسینؑ کی کہیں مثل ہے...... اس کی اللہ ہونے میں مثل نہیں، اس کی بندہ ہونے میں مثل نہیں...... ایسے بے مثل شہنشاہ کے دربار میں تم آ کے بیٹھے ہو...... تم بڑے خوش نصیب ہو کہ اتنے بڑے شہنشاہ کے دربار میں آئے...... اللہ تمہیں سلامت رکھے، خدا تمہیں خوش رکھے...... اللہ تمہارے آنے کو قبول فرمائے...... اب میں تمہیں چار باتیں اور عرض کر دوں، حسینؑ کی شہنشاہی کی...... حسینؑ کے دربار میں آنے کی...... حسینؑ کی خدمت میں پہنچنے کی...... دیکھو بھائیو...... دیکھو عزیزو...... کہو ہمیں حسینؑ سے محبت ہے...... ہے؟؟ ہیں؟؟ نا؟؟ حسینؑ سے محبت ضرور ہے...... آپ کو حسینؑ سے محبت ہے...... یقیناً ہے...... آپ نے کیوں کی ہے یہ محبت حسینؑ سے...... بولو بھئی...... یہ حسینؑ سے محبت آپ نے کیوں کی ہے اس کا جواب دو مجھے...... ہم نے کی نہیں محبت...... محبت کی نہیں جاتی...... محبت ہو جاتی ہے...... ہمیں حسینؑ سے محبت ہو گئی ہے...... ہم نے کی نہیں ہے...... اس لئے کہ حسینؑ بندہ ہی ایسا ہے کہ اس سے محبت ہو جائے...... اس سے ہمیں محبت ہو گئی ہے...... ہے نا حسینؑ سے محبت...... کیوں بھئی ہے حسینؑ سے محبت؟...... آج اس کی محبت کا یہ اثر ہے کہ لاہور شہر میں ایک معروف سڑک حسینؑ کے نام پر رکی ہوئی ہے...... رکی ہوئی ہے یا نہیں؟ پولیس کھڑی ہے...... ادھر بھی، اُدھر بھی...... میں آیا تو میں نے دیکھا ادھر بھی پولیس کھڑی تھی، ادھر بھی پولیس کھڑی تھی...... میں نے پوچھا، پولیس کے جوانو! کیوں کھڑے ہو؟ یہاں کیوں ٹھہرے ہو؟ کہ بھئی آج حسینؑ کا دربار لگا ہوا ہے...... ہم اس انتظام کے لئے کھڑے ہیں کہ کوئی خرابی پیدا کرنے والا نہ آ جائے کوئی گڑبڑ کرنے والا نہ آ جائے...... بس پولیس نے مجھے یہ بیان کیا اور وہیں مجلس ہو گئی کہ...... واہ اے حسینؑ واہ...... آج پولیس اس لئے کھڑی ہے کہ تیرے دربار میں بدنظمی نہ ہو اور ایک دن پولیس اس لئے کھڑی تھی دربار میں کہ بازار والو آؤ آج حسینؑ کی بہن آ رہی ہے...... بازار والو...... آؤ...... دیکھو حسینؑ کا کنبہ آ رہا ہے۔ اس دن بھی پولیس بازار میں تھی...... آج بھی پولیس بازار میں ہے...... اس دن بھی مجمع تھا، آج بھی مجمع ہے......

Scanned with CamScanner

اس مجمع کا انداز اور تھا اس مجمع کا انداز اور ہے...... محترم بھائیو...... کربلا کے میدان میں جہاں حسینؑ جیسا عظیم بادشاہ آیا تھا...... وہاں اس کے ساتھ اس کی بہن بھی آئی تھی...... حسینؑ کی بہن بھی تھی کربلا میں...... اور میں یہ کہا کرتا ہوں کہ کربلا کا اصل ہیرو زینبؑ تھی...... اس کے گرد گھوم رہا تھا تمام کردار کربلا کا...... دونوں بہن بھائی کربلا میں آ کے بیٹھ گئے...... روز رات کو بہن بھائی آپس میں باتیں کیا کرتے...... جب پچھلی رات ہوتی تو زینبؑ بلاتی، آؤ حسینؑ باتیں کریں...... اللہ جانے پھر موقع ملے گا یا نہیں بھائی بہن کو بات کرنے کا...... بات کیا ہوتی؟...... زینب، کہتی حسینؑ! تو نے جب سے اسے جنگل میں آ کے خیمے لگائے ہیں مجھے روزانہ رات کو خیمے کے پیچھے سے کسی خاتون کے رونے کی آوازیں آتی ہیں...... اللہ جانے کون روتا ہے...... امامؑ فرماتے ہیں، بہن! پہچاننے کی کوشش کرنا...... یہ میری اماں روتی ہے...... پہلے دونوں بہن بھائی اماں کے رونے کی باتیں کرتے...... پھر آپس میں بیٹھ کے گفتگو کرتے...... زینبؑ پوچھتی، حسینؑ ارادہ کیا ہے؟ کربلا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟...... چاہتے کیا ہو؟ تو حسینؑ کہتے...... زینبؑ میں...... اللہ کے نام کو دنیا میں زندہ رکھنے کے لئے...... اللہ کی اذان کو قائم رکھنے کے لئے...... اللہ کی عظمت کو برقرار رکھنے کے لئے میں اپنی جان دینا چاہتا ہوں...... میں مرجانا چاہتا ہوں...... ذرا غور سے فقرہ سننا دوستو...... "حسینؑ کیا کہا تم نے؟ تم مرنا چاہتے ہو؟" کہ ہاں میں مرنا چاہتا ہوں...... ذرا غور سے فقرہ سننا دوستو...... "حسینؑ کیا کہا تم نے؟ تم مرنا چاہتے ہو؟" کہ ہاں میں مرنا چاہتا ہوں...... میں آیا ہی اسی لئے ہوں کربلا میں......

کہ مرجاؤں گا مگر اللہ کا نام نہیں مٹنے دوں گا...... تو زینبؑ نے مسکرا کر کہا، لے حسینؑ سن...... تو بھی علیؑ کا بیٹا، میں بھی علیؑ کی بیٹی...... جو خون تیری رگوں میں وہی میری رگوں میں...... جو جوش تجھ میں وہی مجھ میں...... جو تیرا نانا وہی میرا نانا...... جو تیرا باپ وہی میرا باپ...... جو تیری ماں وہی میری ماں، بس فرق اتنا ہے کہ تیرے سر پر ابا کا عمامہ ہے...... یہ دیکھ میرے سر پہ اماں کی چادر ہے...... میں بھی وہی ہوں حسینؑ جو تو ہے...... تو تُو ارادہ کر چکا نا مرنے کا؟...... ہاں بہن! میں نے ارادہ کرلیا...... مگر میری بات سن لے...... بے شک حسینؑ تو مرجا...... اپنے ارادے کو پورا کرلے میرا بھی زینب نام ہے...... حسینؑ میں تجھے قیامت تک نہیں مرنے دوں گی...... اگر گلی گلی، کوچے کوچے، بازار بازار، تیرے دربار نہ لگوا دیئے تو زینبؑ نہ کہنا...... میں دنیا بھر میں تیرے دربار لگوا دوں گی...... ساری دنیا سے حسینؑ حسینؑ کرا دوں گی...... یہ زینبؑ نے تہیہ کیا......

چنانچہ آج یہ زینب کا اقبال ہے کہ اتنا بڑا دربار یہاں لگا ہوا ہے یہ زینبؑ نے کام کیا تھا......

میرے محترم بزرگو......! دسویں کے عصر تک حسینؑ کا کارنامہ تھا...... اس وقت حسینؑ اپنا کام کر رہے تھے...... عصر تک حسینؑ نے کیا جو کچھ کیا...... پھر عصر تک حسینؑ اپنا کام کر کے اپنے مفتوحہ علاقے میں آرام سے سو گئے...... حسینؑ تو سو گئے...... اب چارج زینبؑ سے سنبھال لیا...... لاشے پر رونے نہیں آئی تھی...... آئندہ زندگی کی چارج لینے آئی تھی کہ حسینؑ اب میں چارج لے رہی ہوں۔ چنانچہ زینب نے چارج لیا...... حسینؑ میں اپنی فوج لے کر شام جا رہی ہوں...... اگر دنیا کے سب سے بڑے 'ہز مجسٹی'...... دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ کے نام کو گالی نہ بنوا دوں تو زینب نہ کہنا...... لے حسینؑ میں جا رہی ہوں شام لو، بھائیو! چند فقرے سن لو...... خدا تمہیں سلامت رکھے...... زینبؑ گیارہ تاریخ کو تیار ہوگئی شام جانے کے لئے...... اور زینبؑ نے اپنی فوج کو لائن میں کھڑا کر دیا...... حسینؑ اگر مناسب سمجھے تو ذرا میری فوج کا معائنہ کرلے، جو فوج لے کے جا رہی ہوں اتنی بڑی سلطنت فتح کرنے...... اور حسینؑ، افواج قاہرۂ زینبیہ کا معائنہ کرنے کے لئے نیزے پہ سوار ہوئے...... زینبؑ کی فوج دیکھی...... ایک لائن میں بیوہ عورتیں...... ایک صف میں یتیم بچے...... چونسٹھ عورتیں...... اڑتالیس بچے...... یاد رکھنا نوجوانو...... گیارہ محرم کو کربلا میں کتنے تھے؟ چونسٹھ عورتیں، اڑتالیس بچے...... ایک لائن میں عورتیں کھڑی تھیں...... ایک لائن میں بچے کھڑے تھے...... حسینؑ نے زینبؑ کی فوج کو دیکھا...... ماشاءاللہ زینبؑ بڑی عجیب فوج ہے...... کہ حسینؑ ذرا میری فوج کی وردی بھی دیکھو...... اب جو فوج کی وردی دیکھی تو حسینؑ نے نیزے پہ آنکھیں بند کرلیں...... وہ دیکھ نہ سکے...... وردی کیا تھی؟ گردن سے ہاتھ بندھے ہوئے، سر کھلے ہوئے...... یہ زینبؑ کی فوج کی وردی تھی...... اس فوج کو لے کے جا رہی ہوں یزید کو فتح کرنے حسینؑ...... زینبؑ گیارہ کو روانہ ہوگئی...... فوج میں سپاہی کتنے تھے؟ چونسٹھ عورتیں، اڑتالیس بچے یتیم، جنہیں لے کے چلی ہے کربلا سے زینبؑ...... چلدی کربلا سے...... روانہ ہوگئی۔

ایک فقرہ کہہ کے آگے بڑھوں...... چونسٹھ عورتیں، اڑتالیس بچے لے کے چلی کربلا سے...... میرے بھائیو، میرے عزیزو...... میرے بزرگو، میرے دوستو، جب پہنچی ہے شام میں یزید کے سامنے...... تو بچے عورتیں سب مل کے کل بارہ تھے...... یہ بتاؤ

کہاں تلاش کریں؟ باقی کہاں گئے؟ ہماری چونسٹھ عورتیں کہاں گئیں؟ ہمارے بچے کہاں رہ گئے؟ یہاں سے وہاں تک اس راستے میں قبریں بنی ہوئی ہیں...... اگر کوئی جائے اس راستے سے جس سے اہل بیتؑ گئے تھے...... کہیں بچوں کی قبریں، کہیں خواتین کی قبریں...... اس طرح پہنچی...... کوفے کی منزل طے کی، شام کے ملک میں پہنچی...... شام کے شہر دمشق میں داخل ہوئی...... جہاں جہاں بیٹھے ہو بھئی...... دمشق بڑا شہر ہے...... پوری طرح آراستہ کیا گیا اس شہر کو...... کہ آج زینبؑ نے گزرنا ہے...... شہر سجایا گیا...... بازار آراستہ کئے گئے...... حکومت کا حکم ہے کہ کوئی آدمی آج گھر میں نہ بیٹھے...... عورتیں چھتوں پر، بازاروں میں، دکانوں کے تھڑوں پر...... بچے بڑے...... بیچ میں سے آل محمدؐ کا قافلہ گزرا...... آگے آگے نیزوں پر سر، پیچھے پیچھے قیدی...... کبھی اس بازار میں...... کبھی اس بازار میں...... تقریباً ایک ہفتہ دمشق شہر کے مختلف بازاروں میں ان کو پھرایا گیا...... اس ایک ہفتے تک یزید اپنا دربار بناتا اور سجاتا رہا...... پنڈال بنایا گیا...... قناتیں لگائی گئیں...... سائبان لگائے گئے...... تمام دنیا کے سفیر اور امراء بلائے گئے اپنی حکومت کے امراء بلائے گئے...... سات سو کرسیاں بچھائی گئیں...... نیچے فرش پہ آدمی بٹھائے گئے...... جب دربار پوری طرح آراستہ ہو گیا تب حکم ہوا کہ قیدیوں کو لے کر آؤ...... اب قیدی دربار میں آئے...... سن رہے ہو نا بھئی؟ قیدی دربار میں آئے...... اور اس مجلس میں جتنے سید بیٹھے ہیں، ان سے پوری معافی کے بعد...... میں اب یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دربار میں زینبؑ کی طلب ہوگئی...... زینبؑ کو دربار میں بلایا گیا...... پنڈال بنا ہوا تھا...... عظیم الشان پنڈال تھا...... سات سو کرسیاں لگی ہوئی تھیں، سینکڑوں آدمی فرش پر بیٹھے تھے اور اس کے صدر گیٹ سے لے کے دو دو فرلانگ تک دو طرفہ قناتیں تھیں...... ان قناتوں کے ساتھ اندر کی طرف ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے تھے تا کہ بچے اور عورتیں جب ان سپاہیوں کے بیچ سے گزریں تو اتنے ڈر جائیں کہ جب یزید کے سامنے آئیں تو فوراً سجدہ کردیں...... بے سہارا عورتیں، سہمے ہوئے بچے...... جب پہنچے امام زین العابدینؑ ان قناتوں کے قریب قافلہ کو لے کے اور یہاں سے وہاں تک سپاہی کھڑے ہوئے دیکھے...... تو آپ نے فرمایا...... پھوپھی اماں کیا ارادہ ہے؟ زینبؑ نے کہا...... بیٹا ڈرو نہیں...... میں آگے آگے چلتی ہوں...... تم میرے ساتھ آجاؤ...... زینبؑ آگے باقی کنبہ پیچھے...... جس سپاہی کے قریب سے گزرتیں، وہ تھر تھر کانپتا، تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی...... یہ سارا فاصلہ طے کیا...... جب بالکل پنڈال کے دروازے پہ پہنچے اور اندر کی جھلک دیکھی کہ سات سو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں لوگ...... کچھ نیچے بیٹھے ہیں...... یہ جھلک دیکھ کے کہتی ہوں...... "بیٹا اب تو اندر جانے کی میری بھی ہمت نہیں ہے...... مجھ سے اب نہیں جایا جاتا اندر...... میں اب نہیں جاؤں گی...... امامؑ نے فرمایا...... "اماں جو آپ کی مرضی"...... زینبؑ رکی سی تھیں دروازے پہ...... کہ ایک شخص طشت میں حسینؑ کا سر لے کے گزرا...... سر جو زینبؑ کے قریب سے گزرا...... زینبؑ کو دیکھا...... سر کے لب ہلے...... زینبؑ نے میری خاطر آؤ ...... کوئی بات نہیں...... میں جو ساتھ ہوں"...... دربار میں چلی گئی...... ایک طرف سر رکھ دیا گیا...... ایک طرف قیدی کھڑے ہو گئے...... بچے ہیں...... بڑے ہیں...... سب کھڑے ہیں...... دو تین گھنٹے گزر گئے قیدیوں کو کھڑے کھڑے...... نہ ان سے کوئی بات کرتا ہے...... مسلمانو! میری بات غور سے سننا...... جب دو تین گھنٹے کے بعد اپنے شغل سے فارغ ہوا تو یزید پوچھتا ہے...... "یہ ہیں قیدی؟" کہ ہاں......"

ان قیدیوں میں فاطمہؑ کی بیٹی کون سی ہے؟...... ان قیدیوں میں...... فاطمہؑ کی بیٹی کونسی ہے؟...... اس کے جواب میں کوئی اور نہ بولا...... میں ایک دم فاطمہؑ کی بیٹی آگے بڑھی...... اور پورے جوش سے کہتی ہے...... "او ہمارے آزاد کردہ غلاموں کے ذلیل بچے، خبردار! اس نجس زبان سے میری ماں کا نام نہ لینا"...... اتنا بڑا سخت جواب سن کر...... یزید گھبرا گیا...... شہنشاہیت رخصت ہوگئی...... چہرے پہ پسینہ آگیا...... حواس گم ہوگئے...... پریشان ہوگیا...... اور پریشان ہو کے کہتا ہے...... "زینبؑ! تم نے بڑے جوش میں بات کہی"...... "ولعین! میں کیا کہوں، میرا تو سارا جوش و طاقت کربلا میں رہ گئی...... مگر یاد رکھو...... تیرے دربار میں اگر مجھے حسینؑ کی موت بھی بھول گئی...... یہاں وہ مصیبت مجھ پہ گزری ہے، یہ شریفوں کے سننے کی بات ہے...... یزید کہتا ہے...... "یہاں کیا مصیبت گزری"؟ کہ "اس سے بڑھ کر بھی اور کوئی مصیبت ہوگی کہ میں زینبؑ...... اور تجھ سے بات کروں...... بتا اس سے بڑھ کے کیا مصیبت ہوگی کہ میں تیرے ساتھ بات کر رہی ہوں"؟ اب تو وہ بالکل ہی گھبرا گیا...... یہ دو چار فقرے بی بیؑ نے کہے...... دربار تھا دور تک لگا ہوا...... دربار کے ادھر...... کونے میں...... رسولؐ کا ابو دردؓ صحابی...... نابینا...... وہ بھی بیٹھا تھا ایک کرسی پر...... اس نے اپنے ساتھ والے سے پوچھا...... بھائی میں تو نابینا ہوگیا...... مجھے سمجھ

Scanned with CamScanner

نہیں آتی...... یہ قصہ کیا ہے...... یہ علیؑ کہاں سے آ گئے؟ یہ بالکل علیؑ کی آواز ہے...... میں نے پہچان لیا یہ علیؑ بول رہے ہیں...... اس کے ساتھی نے کہا...... بابا یہ علیؑ نہیں...... کہ پھر علیؑ کا کوئی بیٹا ہوگا؟ حسینؑ ہے؟ عباسؑ ہے؟ کون بول رہا ہے؟ اس ساتھ والے نے دبایا ”بابا چپکا رہ...... علی کا بیٹا نہیں، علیؑ کی بیٹی ہے“...... اب تو بڑھے صحابی نے بے چین ہو کے کہا...... کون سی بیٹی؟ کہ علیؑ کی بڑی بیٹی، زینبؑ......“ ہیں!!!...... زینبؑ دربار میں کیسے آ گئی؟...... وہ دربار میں کیوں آ گئی؟“...... تو ساتھی نے کہا...... ”بابا نری آئی ہی نہیں، ننگے سر بھی ہے اور ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہیں“۔ بس یہ سننا تھا کہ رسولؐ کا صحابی بے چین ہو کے اپنی کرسی سے اٹھا اور وہیں سے اس نے آواز دی...... زینبؑ ڈرنا مت، میں آرہا ہوں...... زینبؑ گھبرانا نہیں، میں آرہا ہوں...... میں تیرے نانا کا صحابی ہوں زینبؑ...... میں آرہا ہوں زینبؑ...... گھبرانا نہیں“...... یہ کہہ کے جو بڈھا صحابی چلا وہاں سے...... نابینا تھا...... کرسیوں سے ٹکراتا ہوا...... بیٹھنے والوں سے ٹکراتا ہوا...... دربار کا نقشہ درہم برہم ہو گیا...... لوگ اٹھ کے کھڑے ہو گئے...... اس بڈھے کو آتا دیکھ کے...... جب سب لوگ کھڑے ہو گئے...... دربار منتشر ہو گیا...... تو زینبؑ آگے بڑھ کر ذرا اونچی جگہ کھڑا ہو گئی...... اور اونچی جگہ کھڑے ہو کے سر کے جھٹکے سے چہرے کے بال ہٹائے...... لو یہ میرے بیان کا آخری فقرہ ہے دوستو...... بال ہٹا کے چہرے سے پوچھتی ہے...... اے دربار والو...... اے ہمارے چاروں طرف کھڑے ہونے والو...... یہ بتاؤ تم ہندو ہو؟ انہوں نے کہا نہیں...... عیسائی ہو؟ مجوسی ہو؟ یہودی ہو؟ کیا ہو؟ انہوں نے کہا نہیں، ہم سب مسلمان ہیں...... سات آٹھ سو آوازیں برابر آئیں...... کہ ہم سب مسلمان ہیں...... سنا ہے نا...... آٹھ سو آوازیں...... ہم سب مسلمان ہیں...... ”مسلمان ہو؟“...... ”کس کا کلمہ پڑھتے ہو“؟ ایک ہزار آوازیں بیک وقت آئیں کہ محمدؐ کا...... ادھر انہوں نے محمدؐ کا نام لیا...... ادھر بی بی نے کہا محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والے بے غیرتو...... سامنے آؤ اور محمدؐ کی بیٹی کا تماشا دیکھو...... آؤ محمدؐ کی بہو بیٹیوں کا تماشا دیکھو...... او بے غیرتو آؤ...... محمدؐ کی بیٹیوں کے کھلے سر دیکھو...... لوگ دیواروں سے سر مار رہے تھے...... زینبؑ ہمیں پتہ نہیں تھا...... ہمیں علم نہیں تھا...... اور اس کے بعد یزید کو دربار کرنا میسر نہ ہوا...... یہ اس کا آخری دربار تھا...... اتنی بڑی فتح حاصل کی جو آج تک فتح ہے...... اب یہ سارے مجمع سے میں کہہ رہا ہوں......

بھائیو تم محمدؐ کے بچوں کی عزاداری کے لئے آئے ہو...... تم محمدؐ کے بچوں کو رونے کے لئے آئے ہو...... جس نے مجلس کی ہے اس کا شکریہ...... اس نے صف ماتم بچھادی محمدؐ کے بچوں کے لئے آنے والو خدا تمہیں اجر عظیم دے...... خدا تمہیں اس کا بڑا ثواب دے...... تم رونے کے لئے آ گئے...... دیکھو بیٹا ہنسنے بولنے کے لئے، تماشے کے لئے، سارا سارا دن گزار دینا اور بات ہے اور رونے کے لئے گھر سے آ کے بیٹھنا اور بات ہے...... یہ تمہاری محبت کی دلیل ہے...... تم سے محمدؐ خوش ہیں...... محمدؐ کا اللہ خوش ہے...... اگر کوئی عمل نیک ہے تمہارے نامۂ اعمال میں تو بس یہی رونا ہے...... یہی مجلس ہے...... اللہ اسے قبول کرے...... خدا اسے منظور کرے...... خدا ان گھروں کو آباد رکھے جہاں فاطمہؑ کے اجڑے ہوئے گھر کا ذکر ہوتا ہے...... سیدو، خدا شاہد ہے، ہمارا گھر ایسا اجڑا کہ دنیا میں کسی کا گھر ایسے نہ اجڑا...... ہم ایسے برباد ہوئے اس دنیا میں کہ اس طرح کوئی برباد نہ ہوا...... ہم ایسے ویران ہوئے، کوئی ایسا ویران نہ ہوا...... ہماری قبروں سے قبریں نہ ملیں...... گھر سے گھر نہ ملے...... کوئی کربلا ہے، کوئی کاظمین ہے، کوئی نجف میں ہے...... جب وہاں سائی نہ ہوئی تو کوئی۔ بی بی لاہور میں ہے...... ہم اجڑ گئے...... برباد ہو گئے...... ایسا کوئی گھر تباہ نہ ہوا جیسا ہمارا گھر تباہ ہوا...... ایسا کوئی گھر برباد نہ ہوا جیسا ہمارا گھر برباد ہوا...... فاطمہؑ کے گھر کی بربادی پہ رونے والو اللہ تمہارے گھروں کو آباد رکھے...... اللہ تمہارے بچوں کو بڑی ترقی دے...... اللہ تمہارے بچوں کو سلامت رکھے...... تمہیں سب کو خوش رکھے...... بحق محمدؐ وآل محمدؐ...... میں آپ حضرات کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کروں آپ تشریف لائے...... آپ کے آنے کا میں بڑا شکر گزار ہوں...... پولیس کے جوانو تمہارے انتظام کا بھی شکریہ، فوج کے جوانو، تم لاریوں میں بیٹھ کے آئے ہو...... تمہارا بھی بہت شکریہ...... بچو...... بڑو...... جس طرح بھی تم آئے ہو تمہارا شکریہ...... دیکھو بیٹا...... سفید داڑھی کے بوڑھے، کمر جھکی ہوئی...... لکڑی ٹیکتے چلے آرہے ہیں...... بابا کہاں جارہے ہو؟ کہ فاطمہؑ کے بیٹوں کو رونے...... عورتیں برقعہ پہنے ہوئے، بچے اٹھائے ہوئے چلی آرہی ہیں...... بی بی کہاں جارہی ہیں...... بی بی کہاں جارہی ہے؟ کہ بی بی کے بچوں کو رونے جارہی ہوں...... اس سے بڑھ کے کوئی عبادت نہیں دنیا میں...... اللہ تمہاری اس عبادت کو قبول کرے اللہ تمہاری اس سعی کو مشکور کرے...... اللہ تمہاری اس مجلس کو قبول کریں بحق محمدؐ وآل محمدؐ...... آمین!

صاحب الزمان

امام زمانہ نے خاک شفا عطا فرمائی

از تحریر: آیۃ اللہ العظمیٰ السید شہاب الدین المرعشی النجفی
ترجمہ: حجۃ الاسلام سید محمد سلیم علوی

یہ خالص خاک خیر امام حسین علیہ السلام اور عقیق کی انگوٹھی میرے لئے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ تقریباً ساٹھ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اسے حفاظت سے رکھا ہے جو میرے لئے باعث خیر و برکت بنی ہوئی ہے اور یہ شب کے ایک عزیز کی یادگار ہے۔ سردی کے زمانے کی ایک شب تھی کہ میں نے چند راتیں سرداب مقدس امام زمانہ علیہ السلام میں گزاریں۔ میں پروردگار عالم سے راز و نیاز میں مشغول تھا کہ وہ امام زمانہؑ کے وجود کی برکت سے میری دعا قبول فرمائے۔ اور یہ بات تو مشہور ہے کہ امام زمانہؑ اسی جگہ نظروں سے غائب ہو گئے تھے اور میری بعض دعائیں یہ تھیں کہ:

(۱) میں راحت و سکون سے دینی تعلیم حاصل کرتا رہوں۔

(۲) سینہ میں بلغم کی وجہ سے میرے ذہن پر جو کیفیت طاری ہے وہ دور ہو جائے۔

(۳) میری آنکھوں کی بینائی جو کمزور ہو چکی ہے وہ صحیح ہو جائے تاکہ با آسانی پڑھ لکھ لیا کروں۔

(۴) غربت دور ہو جائے۔

(۵) خداوند عالم مجھے خانہ کعبہ کی زیارت نصیب فرمائے اس شرط کے ساتھ کہ مکہ یا مدینہ میں میری روح قبض ہو اور ان دونوں شہروں میں سے کسی ایک شہر میں دفن کیا جاؤں۔

(۶) خداوند عالم دنیاوی محبت کو میرے دل سے دور فرما اور چند دیگر دعائیں۔

کبھی کبھی میرے دوست مجھے رات کے وقت سرداب مقدس جانے سے منع کرتے تھے۔ خطرہ ہے ہوسکتا ہے کہ کوئی دشمن اہل بیت پیغمبر تمہاری تلاش میں یہاں پہنچ جائے اور تمہارا کام تمام کر دے لیکن میں نے ان کی باتوں پر کبھی توجہ نہیں دی۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں دشمنوں کے ڈر سے اندر سے خوف زدہ رہتا تھا۔ اس شب جب سب چلے گئے سرداب بالکل خالی ہو گیا تو میں نے چراغ روشن کیا اور سرداب کے دروازہ کو اندر سے بند کر لیا۔ اور پھر شمع کے قریب رو بہ قبلہ بیٹھ گیا اور قرآن مجید کی تلاوت اور دعائیں پڑھنے لگا۔ آہستہ آہستہ روشنی کم ہونے لگی اور اس کی لو حرکت کرنے لگی اور یہاں تک کہ خاموش ہو گئی اور اندھیرے نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا صرف معمولی سی روشنی دروازہ کے باہر سے آ رہی تھی یک بہ یک میرا بدن کانپنے لگا۔ نہ معلوم سردی کی بنا پر یا پھر خوف و ہراس سے میں کوشش کر رہا تھا کہ دعا اور نماز کے علاوہ کسی اور چیز کا خیال نہ کروں کہ اچانک میں نے کسی کے آنے کی آہٹ محسوس کی جو زینے سے نیچے آ رہا تھا دروازہ بند ہونے کے باوجود اس شخص کے اندر آنے سے میرے اندر دہشت بیٹھ گئی خوف و ہراس کے سبب حواس باختہ، بدن میں لرزہ اور دانت آپس میں بجنے لگے۔ میں نے خود کو سنبھالا کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہ سکا اس وقت ان عرب نے کہا "السلام علیك یا سید شہاب الدین"

میں ان کی زبان سے اپنا نام سن کر حیرت زدہ ہو گیا تھوڑا سا دل کو سکون ملا۔ خوف و حراس دور ہو گیا میں ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا اور سلام کا جواب دیا۔

"وعلیم السلام ورحمتہ اللہ" آپ کون ہیں؟

میں بھی ایک سید اولاد پیغمبرؐ سے ہوں۔

اس کے بعد میں سوچنے لگا۔ یہ شخص مجھے کہاں سے جانتا ہے؟

بالآخر میں نے اپنے آپ کو مطمئن کیا کہ ضرور یہ صاحب مجھے پہلے سے جانتے ہیں۔ ہوسکتا ہے انہوں نے میرے کسی دوست سے سنا ہو کہ میں کچھ مدت سے رات میں یہاں رہتا ہوں۔ اگر روشنی کچھ زیادہ ہوتی تو ممکن تھا کہ میں انہیں پہچان لیتا۔ لیکن دروازہ بند ہونے کے باوجود کس طرح یہ اندر آئے۔ بہتر ہے خود ان سے پوچھتا ہوں زمین پر بیٹھتے ہوئے میں نے پوچھا۔

سرداب کا دروازہ بند تھا، پس آپ کس طرح اندر داخل ہوئے۔

"اللہ علی کل شی قدیر"۔ (خدائے تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے)۔

آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

بقیہ صفحہ نمبر 54 پر

Scanned with CamScanner

تیروں کے مصلّے پر وہ سجدہ شکرانہ
شبیرؑ نے بتلایا اسلام پر مر جانا
سوچو تو مسلمانوں یہ بات کوئی کم ہے
احمدؐ کی نواسی کا دربار میں آ جانا
اک تیر علی اصغرؑ کی گردن پر لگا آ کر
معصوم کا ہنس دینا آمد موت کا گھبرانا
حیدر کی شجاعت کا انداز نظر آیا
وہ شام غریباں میں زینب کا نہ گھبرانا
ناصر کا یہ وعدہ ہے، بنتا ہے حسین ایسے
سانچے میں امامت کے قرآن کا ڈھل جانا

بیٹی علیؑ کی تربت زہرہ پہ آئی
کرتا لہو سے بھرا ہوا بھائی کا لائی ہے
اماں پڑے ہیں نہر پر عباسؑ روٹھ کر
اماں سکینہؑ روتی ہیں زنداں میں بے پدر
اماں حسینؑ مر گئے بے یار و بے وطن
اماں حسینؑ کو نہ میسر ہوا کفن
اماں وہ شاخ کٹ گئی گلشن اُجڑ گیا
کیسے بتاؤں آپ کا شبیر مر گیا

نوحہ زینب

"یا یزید کِد کیدک
واسعَ سعیک
وناصب جُہدک
فواللہ لا تمحو ذکرنا"

انتخاب: سید مبشر علی رضوی

ناناؐ ہمارے گھر کا سب اسباب لٹ گیا
ناناؐ ہمارے سر پہ نہ باقی رہی ردا
ناناؐ ہزار طرح کی جفا کی لعینوں نے
خیموں میں آگ لگا دی لعینوں نے
ناناؐ زمین کرب و بلا لال ہو گئی
قاسمؑ کی لاش گھوڑوں سے پامال ہو گئی
ناناؐ کٹا کے شانوں کو عباسؑ مر گئے
غربت میں بھائی جان کو بے آس کر گئے
ناناؐ ہوئیں اسیر تمہاری نواسیاں
کون و مکاں میں چھا گئی غم کی اداسیاں
ناناؐ حرم حسینؑ کے بازار میں گئے
ہم سرِ برہنہ کوفے کے دربار میں گئے

کوئی غیرت مند نئی بھل سکدا بازار اچ ونجنا زینب دا
بے جرم اسیر امام تو پچھ بن چادر ٹرنا زینب دا
ہر طرف ہجوم تماشائی ہا ادھ وچ پور شریفاں دا
رب جانے کیوں سیّد ڈٹھا وچ بھیڑ دے ٹرنا زینب دا
تیکوں تیرہ ضرباں نال کٹھا شمر لعین نے کہہ جاتے
ہن اکھیاں کھول کے ڈیکھ بھرا جا جا کے کسنا زینب دا

تاریخ کی نامور شخصیتوں پر عموماً ناواقفیت کے رنگین پردے پڑے ہیں۔ پیغمبر آخرالزماںؐ سے لے کر امام حسن عسکریؑ تک واضح اور متفق علیہ تاریخ ولادت کی تلاش آسان نہیں۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ خود ہمارے سامنے گزشتہ عہد کے آخری دور میں سیاسی اور ادبی اشخاص کا حال ہم سب کے سامنے ہے۔ لیکن پیدائش سے وفات تک کس کی سوانح میں تمام جزئیات کسی مصنف کے دستیاب ہوئے ہیں؟

کیوں؟

انسان غفلت پسند، زود فراموش، فائدہ دوست اور بے فکر ہے۔ جب کوئی شخصیت ابھرتی ہے تو حال اس تاثر سے منفعل ہو کر پس و پیش، پس منظر اور تاریخ، نفسیات وغیرہ سے بے خبر رہتا ہے۔ مستقبل ان پیچیدار راہوں کی طرف بڑھتا ہے۔ تو وقت اور وقت کے ساتھی آگے بڑھ چکے ہوتے ہیں۔

چودہ سو برس کے بعد اصول سوانح نگاری، قواعد سیرت شناسی، اسالیب تاریخ نویسی میں اتنی تبدیلیاں پیدا ہو چکی ہے کہ اتنے پرانے مواد کو ان پیمانوں میں ڈھالنا اور کسی شخصیت کے خدوخال کو نمایاں کرنا ناممکن ہے۔ پھر خاندان اہل بیت کے تذکرے، جن کی تاریخ مورخوں کے تعصب، حکومتوں کی مخالفت، ان حضرات کی شہرت پسندی سے علیحدگی، پھر آسمانی تائیدات کی غیر رسمی صورتیں ہمیں اپنے معین کردہ خطوط پر کام کرنے سے روکتی ہے۔

حضرت زینب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا، کی حیات مبارکہ کا تاریخی پس منظر معلوم کرنے کے لئے اطلاعات کی نایابی کے اسباب پر غور کرنا چاہیے۔

(۱) شہزادی کبریٰ..... پردہ نشین عصمت ماں کی صاحب عفت و عظمت جانشین تھیں۔۔۔ نہ رسم و رواج جاہلیت کے مطابق گھر میں شعر و شاعری کے جلسے تھے۔ نہ سرداران عرب کی عورتوں کی طرح یہ مخدرات کھلے بندوں کہیں آتی جاتی تھیں۔

(۲) وصال رسول مقبولؐ کے بعد راویوں نے سمت قبلہ عقیدت بدل لی تھی۔ حضرت فاطمہ الزہراؑ روایت و حدیث پوچھنے والوں کے نام دفتروں میں ڈھونڈھنے سے نہیں ملتے۔ تو زینب بنتِ فاطمہ روحی لہما الفداء سے عقیدت کا سوال کہاں؟

(۳) امیرالمومنینؑ کے دور میں خود جناب امیرؑ کے واقعات زندگی جس روائتی ردعمل سے دوچار ہوئے وہ اپنی آپ مثال ہیں۔ یعنی آپ کے اخلاق، علم، عمل اور سیاست و تدبر کو روایانِ ستم پیشہ، رومی مقلدین کے حکم سے خود کوفے میں۔ بلکہ خود جناب امیر علیہ السلام کے سامنے کچھ سے کچھ بیان کر کے شرمندگی اٹھاتے تھے۔

(۴) حضرت زینبؑ کربلا کے بعد اہل بیت اور مذہب کی ایک زبردست شخصیت کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ اس لئے یزیدیوں کی کوششیں جیسے تمام اہل بیت کے خلاف تھیں۔ شہزادی کے خلاف بھی بروئے کار رہیں۔

ولادتِ شہزادی کبریٰ

بالفاظ ڈاکٹر عائشہ:

''ہجرت کا چھٹا سال جس وقت مدینے والوں نے زینبؑ دختر علیؑ کی ولادت پر خوشیوں کے نعرے بلند کئے''

شیخ جعفری نے تاریخ ولادت کے سلسلے میں تین مہینے اور چار سنتوں کی روائتیں جمع کی ہیں:

(۱)۔۵ جمادی الاول ۵ یا ۶ھ (۲) اواخر شعبان ۴ تا ۶ھ (۳) اواخر رمضان ۹ھ۔

۵ جمادی الاول ۵ھ یا ۶ھ کی روایت کو ترجیح اور آخری روائت کو کمزور قرار دیا گیا ہے۔

شہزادی کا گھرانہ

''والدہ ماجدہ پیغمبر خداؐ کی اکلوتی صاحب زادی فاطمہ الزہراؑ ہیں۔ والد

بزرگوار علیؑ بن ابی طالب پیغمبرؐ کے چچازاد بھائی اور وصی پہلے شخص تھے۔ جو بچپن ہی میں ان کی رسالت پر ایمان لائے۔ اور پرہیزگاری، علم و بہادری میں قریش ہی کے نہیں سارے عرب کے لئے مثالی نمونہ تھے (کربلا کی شیر دل خاتون)

علیؑ، جو ایک معجزہ نبیؐ اور قدرت خدا کا نمونہ بے مثالی تھے۔ خطیب و مجاہد، معصوم و امام، حافظ اسلام، و محافظ مساعی پیغمبرؐ۔

"نانا، پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ"

"نانی، خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ جو مومنوں کی سب سے پہلی مادر گرامی اور اپنی حیات و وفات میں نبی کریمؐ کی سب سے زیادہ محبوب اہلیہ محترمہ، جس کی زندگی میں حضورؐ نے کسی کو رفیق زندگی نہ بنایا" وہ خدیجہؓ جن کی وفات برسوں بعد ایک غم انگیز موقعہ پر حضرت عائشہ نے کہا: کب تک آپ اس قریش کی سرخ رخسار بڑھیا کی یاد میں پڑے رہیں گے؟

خدا نے ان سے بہتر ازدواج آپ کو عطا کی ہیں۔

پیغمبرؐ کا چہرہ حضرت عائشہ کی بات سن کر متغیر ہو گیا۔ اور آپ نے جھڑک کر فرمایا: خدا کی قسم ان سے بہتر مجھ کو نصیب نہیں ہوئیں۔ خدیجہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں۔ جب سب لوگ مجھے "جھوٹا" (نعوذ باللہ) کہہ کر پکارتے۔ جب ہر ایک نے مجھ سے ترک موالات کیا۔ اس وقت انہوں نے اپنی ساری دولت مجھ پر قربان کی"۔

"حضرت زینبؑ کے دادا، ابو طالب بن عبدالمطلب، عم نبی اور ولی و سرپرست حضور ہیں۔ جنہوں نے پیغمبر کا اس وقت ساتھ دیا۔ جب سارا عرب ان کا دشمن تھا۔ ابو طالبؑ نے اپنی خاندانی سرداری، اولاد کی عزت و زندگی خطرے میں ڈالنا گوارا کی۔ مگر رسولؐ خدا کی تبلیغی مساعی کو رکنے نہ دیا۔

خدا کی قدرت و مشیت دیکھئے ان دونوں باوقار مددگاروں (خدیجہ الکبریٰؑ اور حضرت ابو طالبؑ) نے یکے بعد دیگرے تھوڑے ہی عرصے کے وقفے سے رحلت کی۔ حضور رحمتہ للعالمین نے اس سال کو "سنہ غم" قرار دے کر دونوں کی قدر افزائی فرمائی۔

شہزادی کے جدہ ماجدہ فاطمہؑ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ جو حضرت ابو طالب کی رفیقہ حیات، بنی ہاشم کی پہلی خاتون ہیں۔ جو خاندان میں بیاہی گئیں۔ نسل ہاشمی کی مادر اول۔ پیغمبر کی چاہنے والی، رسول کی مربی، کہ جب دنیا سے رخصت ہوئیں تو حضورؐ نے ماں کی طرح غم منایا۔ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ اپنی قمیص کا کفن دیا۔ خود قبر میں پہلے اترے اور خاک قبر پر لیٹے......ایک وہ چچی جس کی مذمت میں "حمالتہ الحطب" ارشاد ہوا۔ ایک یہ محترمہ جس کی یوں عزت افزائی کی گئی۔

کم سنی میں غم کی فراوانیاں

عزتیں آزمائشوں اور سربلندیاں دکھوں کے بعد ہی ملا کرتی ہیں۔ پھر خاندان پیغمبرؐ میں دنیاوی راحتوں کا چرچا کہاں؟ ۵، ۶ ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ اس کے بعد جہاد پر جہاد۔ مصیبت پر مصیبت، امام حسن و حسین علیہم السلام کی عمریں۔ دو دو تین تین سال کی تھیں۔ حضرت ام کلثوم کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔

پدر بزرگوار صبح کو میدان جنگ میں، شام کو مسجد نبوی میں، کبھی مدینے کی مہمات نظم و نسق میں مصروف کبھی کسی باغ میں پانی دینے میں مشغول، کبھی پیغمبر کے کسی حکم کی تعمیل میں مصروف سفر شہزادی کونین کا یہ عالم کہ کبھی شوہر کی تلوار صاف کر رہی ہیں۔ کبھی چکی پیس رہی ہیں۔ کبھی مصروف عبادت ہیں۔ کبھی محو تسبیح حضرت زینب نے آنکھ کھول کر یہی حال دیکھا۔

خمس کا مال آیا۔ تو اہل محلہ کے فاقے ٹوٹے۔ مگر گھر میں روزے پر روزہ۔ والد اور والدہ نے محنت کر کے دو چار جو کی روٹیاں مہیا کیں۔ لیکن سائل سے دعائیں اور خدا کی خوشنودی کے بدلے راہ خدا میں دیدیں۔ نانا اگر تشریف لائے۔ تو یا قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئیں یا کوئی شرف کا تذکرہ فرما گئے۔ یہ بھی ہوا کہ آنے والے واقعات کی خبریں دیں۔ اسی دوران میں حضرت ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔ جس طرح حسنؑ و حسینؑ امیر المومنین کے دو بازو تھے۔ اسی طرح دونوں شہزادیاں سید عالمیان کے لئے دست و بازو بنیں۔

اپنے جنتی پھولوں کو آغوش میں لے کر بوسے دیئے۔ خود روئے اور گھر بھر کو رلایا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی درخواست پر گھر میں متعدد مرتبہ حضور کریمؐ نے واقعات کربلا بیان فرمائے۔ ۱۰ھ تک شہزادی کی عمر مبارک پانچ سال تک ہو چکی تھی۔ انہوں نے نانا کا مقصد، اور خداوند عالم کی مشیت سمجھ لی تھی۔ بھائیوں کی جاں نثاری اسلام، پدر بزرگوار کی فدا کاری، والدہ گرامی کی منزلت، دین اور امت سے وابستگی انہیں میراث میں ملی تھی۔

شب و روز، نماز و روزہ، جہاد و قربانی، قرآن و حدیث کے چرچوں میں ہوش

Scanned with CamScanner

سنبھالا۔ انہوں نے وہ دور بھی اچھی طرح دیکھا۔ کہ نانا کے ساتھ مسلمان دروازے پر آتے تھے۔ اور احترام سے آستان بوسی کیا کرتے تھے۔ ۲۸ صفر ۱۱ھ کو یہ بھی دیکھا۔ کہ زمین اور آسمان کانپے۔ فرشتے تعزیت ادا کرنے آئے۔ ملائکہ نے امیر المومنینؑ کے ساتھ تجہیز و تکفین میں خادمانہ فرائض انجام دیئے۔ بھرے مدینہ میں نماز جنازہ کے وقت مسلمانوں کی کمی۔ دفن کے وقت کلمہ گویوں کی تعداد نے حضرت معصومہ کونینؑ پر کیا اثر کیا؟ اسے باہر کا آدمی کیا جانے۔ سیدۂ علیا، زینب کبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا نے سب مناظر دیکھے۔ اور پوری طرح صبر کیا۔ دربار خلافت سجایا گیا۔ رسول اللہؐ کے جگر گوشہ کا دروازہ اجڑ گیا۔ دکھیا بیٹی پر پہاڑ گرایا گیا۔ حضرت محسنؑ شکم مادر میں شہید ہوئے۔ فاطمۃ الزہراؑ دربار سے ناکام واپس ہوئیں۔ جنت البقیع اور دولت سرا میں تسبیح کے ساتھ ساتھ مرثیہ کی صدا بھی گونجی۔

ماذا من شم تربتہ احمد
الایشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لوانہا
صبت علی ایام صرن لیالیا

جس نے مزار محمد مصطفیٰؐ کو چوما۔ اسے خوشبو میں سونگھنے کی کیا ضرورت۔ بابا! مجھ پر وہ وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو رات ہو جاتے۔

بقول عائشہ مصری

''حضرت فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد اپنی زندگی رنج و غم میں بسر کرتی تھیں۔ اور زینبؑ بیمار ماں کے بستر کے نزدیک اس کی گریہ و زاری میں شریک تھیں۔''

۳/ جمادی الثانی ۱۱ھ کو تصویر رسولؐ، مادر جناب حسنینؑ نے دنیا کو خیر باد فرمایا۔ اب شہزادی کبریٰ کی ذمہ داریاں کچھ اور تھیں۔ بھائیوں کا خیال۔ پدر بزرگوار کا دھیان۔ گھر کی فکر۔ باہر کی فکر۔ ایک زینبؑ اور دکھ بھری دنیا۔ مگر شہزادی کے کردار و استقلال میں کوئی کمی نظر نہیں آئی۔ وہ ماں کی صحیح جانشین تھیں۔ پدر بزرگوار پر مدینہ اس طرح تنگ تھا۔ جیسے نانا پر مکہ۔ انہوں نے امیر المومنینؑ کی اس طرح غمگساری کی۔ جیسے بے ماں کی فاطمہؑ زہراؑ نے رسول اللہؐ کی۔''

ملکہ بنی ہاشم

''حضرت زینب کی شادی کا زمانہ آیا۔ تو حضرت علیؑ نے ایسے شخص کا انتخاب فرمایا۔ جو حسب و نسب میں ممتاز ہو۔ بنی ہاشم و قریش کے باد جانب جوانوں نے درخواستیں دی ہوں گی۔ مگر امیر المومنین نے عبداللہ بن جعفر کو پسند کیا۔

جعفر ''طیار'' امیر المومنینؑ کے بھائی، رسولؐ اللہ کے جاں نثار۔ حبشہ و مکہ مکرمہ کے مہاجر۔ صحابہ میں فاضل ترین صحابی، علم دار فوج پیغمبر، شہید جنگ موتہ (جمادی الاول ۸ھ) فرزندان ابو طالبؑ میں پہلے زندہ و جاوید مجاہد تھے۔ اس لئے عبداللہ آپ کے بھتیجے بھی تھے اور صاحب اعزاز بھی۔ سخاوت میں ضرب المثل۔ سید و سردار امعزز و محترم پاک نفس نہ تھی۔ قطب سخاوت و استغنا عبداللہ بن قیس الرقیات نے آپ کی مدح میں کہا تھا۔

و ما کنت الا کالا عزا بن جعفر
اوے المال لا یبقی فابقی لہ ذکر

ابن جعفر جیسا روشن پیشانی، جس نے مال کو ناپائیدار سمجھ کر، سخاوت کی اور اپنا نام پائیدار کر لیا۔ اصابہ کی روایت ہے۔ جناب رسول خدا عبداللہ کو اپنی صورت و سیرت سے مشابہ سمجھتے تھے۔ آپ نے دعا دی تھی۔

''خداوندا جعفر کو نیک اولاد، تجارت میں برکت عطا فرما''۔

آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس، ام المومنین میمونہ، سلمے زوجہ، حضرت حمزہ، لبابہ زوجہ حضرت عباس کی بہن، حضرت فاطمہ الزہراؑ کی چاہنے والی ہیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ فرمائی۔ اور ۵ھ بعثت میں حضرت عبداللہ کی ولادت ہوئی تھی۔ مدینہ میں رہتے ہوئے پچیس تیس برس گزر چکے تھے۔ حضرت زینب کی عمر بیس برس کے لگ بھگ ہوگی۔ جب یہ قران سعدین ہوا۔ یہ رشتہ گھر میں ایک رکن کے اضافے کے باعث ہوا۔ بقول ڈاکٹر عائشہ۔

''حضرت زینب اور عبداللہ کی زوجیت نے شہزادی کو ان کے والد اور بھائیوں سے جدا نہ کیا۔ بلکہ دونوں امیر المومنینؑ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ جب حضرت علیؑ نے کوفے کو دارالخلافہ بنایا۔ تو ان دونوں نے وہیں سکونت اختیار کی۔ حضرت امیر المومنین عبداللہ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہ بھی حضرت کے ہمراہ رہنے کا شرف جانتے تھے۔ صفین کے معرکے میں سرداری حاصل کی۔

www.astrology avenue.com ماہنامہ ''آئینہ قسمت'' کا آن لائن مطالعہ کریں

Scanned with CamScanner

لوگ جانتے تھے کہ امیر المومنینؑ کو آپ کی خاطر عزیز ہے۔۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی عراقی زمیندار نے آپ کے ذریعے امیر المومنین کو کسی مقدمے سے باخبر کیا۔ جب وہ شخص کامیاب ہوا تو چالیس ہزار درہم بطور نذرانہ جناب عبداللہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے یہ کہہ کر وہ رقم واپس کر دی کہ ہم نیک کام کی اجرت نہیں لیتے۔ (ابن حجر: الاصابہ ج ۴ ص ۸۸)

حضرت عبداللہ کے چار فرزند۔ علی۔ محمد۔ عون اکبر اور عباس و صاحبزادیاں شہزادی کبریٰ کے بطن مبارک متولد ہوئیں۔

آندھیاں اور طوفان

معصومہ صغریٰ نے نانا کی وفات، ماں کی رحلت، پدر بزرگوار کی مصیبت کشی دیکھی۔ تین بادشاہیاں دیکھیں۔ گھر کو آماجگاہِ ستم دیکھا۔ مدینے میں خون خون کی صدائیں سنیں۔ امیر المومنینؑ کی بیعت کا منظر دیکھا۔ پھر فوجوں کی یلغار۔ اور جنگ جمل۔ پھر جنگ صفین کے معرکے اور اس کے بعد برادر پیغمبرؐ کا خون آلود سرِ مبارک اور تابوت ملاحظہ فرمایا۔ ۲۸/صفر ۵۰ھ کو بڑے بھائی امام حسنؑ دنیا سے اٹھے اور کس ظلم کا نشانہ بنے؟ زہر...... حاکم کی ریشہ دوانی نے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیے! پھر ستم بالائے ستم یہ کہ نانا کے برابر قبر بھی نصیب نہ ہو سکی۔ حضرت عبداللہ تابوت کے ساتھ تھے۔ جب کمانیں کڑکیں اور تابوت کی طرف تیر آئے۔ انہوں نے چاہنے والے بہن سے وہ دل دوز منظر بیان کیا ہوگا۔ کہ تیروں نے جسم مبارک کا بوسہ کیونکر لیا۔

حضرت زینبؑ زمانے کے نشیب و فراز ملاحظہ فرما رہی تھیں۔ انہیں اپنے نانا کی بیان کردہ باتیں حرف بحرف پوری ہوتے دیکھ کر خیال ہو رہا تھا۔ کہ وہ آخری زمانہ بھی دور نہیں۔ جب یہ آندھیاں، طوفان بنیں گی۔ اور طوفان امت محمدی کا سفینہ ڈانواں ڈول ہوگا۔ قیامت آنے والی ہے۔ آخر کب سے امیر المومنینؑ پر برسرِ عام منبر و مسجد، بازار و دربار میں سب و شتم ہو رہا ہے۔ اللہ کل ہمارے گھر بھر کی مدح و ثنا۔ جبریل امین و رسول مقبولؐ کی زبان تھی۔ ہمارے گھر آیتوں پر آیتیں اترتی تھیں۔ آج یہ عالم ہے کہ رسولؐ کی اکلوتی بیٹی زخمی ہو کر دنیا سے گئی۔ بھائی پر وہ وہ ظلم ہوئے کہ آسمان بھی کانپ اٹھا۔ حسنؑ مجتبےٰ شبیہ پیغمبرؐ کو اس امت کے ہاتھوں قدردانیوں کی توہین دیکھ کر دنیا سے رخصت ہوا۔

زینبؑ کو حضرت فاطمہ زہرا کی وصیتیں، حضرت امیر المومنینؑ کی نصیحتیں یاد آ رہی تھیں۔ گھر میں جدہ ماجدہ کے پاس رسول اللہ کی مرحمت کی ہوئی خاک کربلا تھی۔ پہروں اسے دیکھ کر باتیں ہوتی ہوں گی۔ مستقبل حال بن کر سامنے تھا۔ کے مدینے والوں کی آنکھیں بدل چکی تھیں۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل کا رنگ سامنے تھا۔ بڑھتی جرائتیں بتلا رہی تھیں۔

''زینبؑ اب براہ راست، تن تنہا آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں!''

تاریکیاں اور اندھیرے

رومی سطوتوں کے مالک، معاویہ بن ابی سفیان نے ۵۶ھ میں یزید کی ولی عہدی کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ صحابہ و تابعین کے مقدس گروہ نے آمنا و صدقنا کہہ کر سر تسلیم خم کر دیا۔ محمدؐ کا گھرانا اور معصوموں کا وارث، سردار جناں حضرت امام حسن علیہ السلام فضا کو دیکھ رہے تھے۔ مدینے میں بیعت کے چرچے ہوئے۔ تو آپ نے انکار فرما دیا۔

ڈاکٹر عائشہ بنت شاطی کے الفاظ میں:

''معاویہ لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینے کے بعد چار سال اور زندہ رہے۔ وہ اس بات پر رضامند نہ ہوتے تھے۔ کہ یزید اس سلطنت کا ولی عہد ہو۔ جس کی بنیاد اس کے نانا نے ڈالی تھی۔ کیونکہ اگر یہ حکومت وراثت پر مبنی ہے۔ تو کوئی شخص امام حسینؑ سے زیادہ رسول اللہ کا وارث اور قریبی عزیز نہیں ہے۔ اگر خلافت پرہیز گاروں کا حق ہے۔ تو پھر امام حسینؑ سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ان میں علم اور فقہ اور پرہیز گاری و پارسائی بدرجہ کمال موجود تھی۔''

یہ لوگ رسول خداؐ کے خاندان والوں کو ان کے حق سے محروم کر دینا چاہتے۔ تا کہ ایسا شخص جو بے دین۔ عیاش اور شراب خوار ہے۔ اس کا وارث بن جائے۔ آیا یہ بہتر ہے کہ ام المومنین خدیجہؑ کا نواسا جو سب سے پہلی قربانیاں پیش کرنے والی خاتون ہیں۔ خلافت پر فائز ہو؟...... یا یہ بہتر ہے کہ اس کا کلیجہ چبانے والی ہند کا پوتا جو جنگ احد میں وحشیانہ انتقام کی پیشوا تھی؟ اسلام اب تک ان گناہوں کو جو ہند سے احد کی لڑائی میں سرزد ہوئے تھے۔ نہیں بھولا ہے اور وہ زخم جو اس عورت نے مسلمانوں پر لگائے ہیں۔ اچھے نہیں ہوئے ہیں۔

ہند نے احد میں عجب انسانیت سوز و اخلاق شکن طریقوں سے عم نبیؐ کا

www.astrologyavenue.com ماہنامہ "آئینہ قسمت" کا آن لائن مطالعہ کریں
Scanned with CamScanner

جگر چبایا۔ ان کے اعضاء مبارک کا ہار اور زیور بنایا......

یہ بات صحیح ہے کہ جس سال مکہ فتح ہوا تو ہند نے بھی مثل اپنے شوہر کے اسلام قبول کیا۔ لیکن اس کا مسلمان ہونا اس گناہ کے دھبے کو نہیں دھو سکتا۔ اور اس بات کے کہنے سے باز نہیں رکھ سکے گا۔ کہ ہم اس کے بیٹوں کو جگر خوارہ کے بیٹے کہیں۔

یزید اسی ہند کا پوتا ہے۔ اس کا باپ امیر معاویہ اسلام کی خلافت کو..... مثل رومیوں کی سلطنت کے جس میں جب ایک ہرقن اس کا جانشین ہوتا تھا۔ اس کے لئے وراثت میں چھوڑنا چاہتے تھے۔ حالانکہ مسلمانوں میں بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ اور ان سب سے افضل اور برتر حضرت زہرا کے فرزند اور حضرت خدیجہؓ کے نواسے امام حسنؑ موجود تھے۔ امیر معاویہ کی یہ تجویز ہرگز مناسب نہ تھی۔ نہ اسے اسلام گوارا کر سکتا تھا۔ اور نہ امام حسینؑ برداشت کر سکتے تھے۔"

رجب ۶۰ھ کو یزید کی شاہی کا اعلان ہوگیا۔ منبر اور مسجدیں اس کے نام کا خطبہ سن رہی تھیں۔ امام حسینؑ صبر اور خاموشی سے نصف صدی کا اتار چڑھاؤ دیکھتے رہے۔ حضرت زینبؑ ہمیشہ بھائیوں کے ساتھ تھیں۔ وہ خاص آل محمدؐ کو اپنے دین کا سہارا سمجھتی تھیں۔ وہ نانا کے دین کی خدمت کے لئے تیار، احکام خدا پر قربانی کے لئے کمر بستہ تھیں۔ گھر میں جب اسلام کی بے کسی کا ذکر کرنا ہوگا۔ تو شہزادی برابر کی غم گسار اور سب سے بڑھ کر مذہب اور پرستارِ مذہب کے لئے تیاری کا اظہار فرماتی ہوں گی۔ ان کے شوہر اور صاحبزادے جانتے تھے۔ کہ ملکہ بنی ہاشم نفسیاتی طور پر حضرت فاطمہ زہراؑ کا دل و ذہن رکھتی ہیں۔ ان سب کے لئے ایثار و قربانی باعثِ فخر تھی۔ حضرت امام حسینؑ کو جدِ بزرگوار نے بارہا آنے والے واقعات سے باخبر کیا تھا۔ وہ خود امام تھے۔ حسبِ مشیت خداوندی ان کی منزلوں اور راہوں پر چلنا تھا۔ حضرت زینبؑ اپنے بھائی کی اہمیت و حیثیت جانتی تھیں۔

یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی، فرزند رسولؐ کے قتل کا منصوبہ تیار کر لیا۔ اور اس مقصد کو پردے میں رکھنے کیلئے دو تین نام اور بڑھائے مگر "چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا"۔ ولید بن عتبہ گورنر حجاز کے نام خط لکھا۔

"اما بعد فخذ حسیناً و عبدالله بن عمر۔ و عبدالله بن زبیر۔ بالبیعته اخذا شدید الیست فیه رخصته حتی یبایعوا۔" (طبری ج ۶ ص ۱۸۸۔ اکامل ج ۳۔ ص ۲۶۳)

دیکھو! (امام) حسینؑ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر کو سخت سے سخت گرفت میں لے لو اور جب تک یہ بیعت نہ کریں۔ معاف نہ کرنا۔"

خونی فرمان...... قتل کا حکم۔ امام حسینؑ کا نام سرِ فہرست ہے۔ اور یہ بے ادبی کہ دوسروں کے ساتھ دستورِ عرب کے مطابق اہلیت کی اضافت بھی ہے۔ مگر یہاں اسے ترک کر کے بہت بڑی توہین کی گئی ہے۔ امام حسینؑ نے گورنر سے کہہ دیا۔ کہ بیعت کا معاملہ غلط ہے۔

مدینہ محترم شہر ہے۔ وہاں دین کی بنیادیں مستحکم ہوئیں۔ احترام مدینۃ النبیؐ کو برقرار رکھنے کے لئے ۲۸/ رجب کو خانہ خدا کے طواف و حج کے لئے سرگرم سفر ہوئے۔

....

صحراؤں کی مصیبت

مدینے سے مکے کا فاصلہ زیادہ سہی مگر مدینے والوں کے لئے کوئی خاص بات نہیں۔ وہ روضہ رسولؐ سے خانہ خدا جاتے ہوئے خوشی محسوس کرتے تھے۔ حضرت زینبؑ کے لئے تو دونوں شہر اپنے تھے۔ مگر بات کی نوعیت آج کچھ اور ہے زینبؑ کو اب یقین تھا۔ کہ مدینہ اب ہمیشہ کے لئے چھوٹ رہا ہے۔ والدہ گرامی کا روضہ۔ نانا کی ضریح۔ بھائی کی تربت اب دیکھنے میں نہ آئے گی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکتی تھیں۔ ان کا گھر آباد تھا۔ مگر سیدہؑ کا لال سفر میں ہو اور بہن گھر میں؟ بھائی وطن سے دور، سرخ تلواروں کے سائے میں ہو اور زینبؑ وطن میں؟ حالات گواہ ہیں کہ بنتِ علیؑ نے اسے پسند نہ فرمایا۔ یعنی شہزادی نفسیاتی طور پر، محبت امام حسینؑ میں اپنے آرام، اپنی آبادی اپنے نسوانی ماحول کو خیر باد کہتے ہوئے پوری طرح جرات مند، بہادر، ایثار پسند تھیں۔

امام حسینؑ کا سفر مکہ کربلا کا آغاز تھا۔ سارے مدینہ کو نتیجہ معلوم تھا۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن جعفر محمد حنیفہ، فرزدق وغیرہ جس نکتہ کو جانتے تھے۔ اسے خود امام حسینؑ اور ان کے گھر والے نہ جانتے ہوں؟ کیسے ممکن ہے۔ زینب سلام اللہ علیہا ہم رکاب تھیں۔ ان کے شوہر نے جانے کی اجازت دی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے شروع شروع میں شہزادی کو سمجھایا ہوا۔ لیکن زینبؑ کے لئے سید الشہداؑ کو چھوڑنا ناممکن تھا۔ اجازتِ شوہر کے بعد جانشینِ فاطمہؑ کے تشریف لائیں۔ کے میں طوفان کی

رفتار تیز تھی۔ اور حاجیوں کا یہ قافلہ حج کیے بغیر صحراؤں کی طرف چلنے کو تیار ہو گیا۔

مدینے سے خط آیا۔ پیغام آئے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے فرزندوں کو ماموں کی خدمت میں بھیجا اور کہہ دیا۔ کہ اگر سید الشہداؑ سفر کے لئے تیار ہوں۔ تو ماں کے ہمرکاب تم ہماری نیابت میں کربلا جانا۔ عبداللہ نے حالات پر قابو حاصل کرنے کے لئے شہر میں قیام کیا۔ عمر بن سعید یا عبداللہ بن زبیر، اور ولید بن عقبہ سب حضرت عبداللہ کی عظمت کے قائل تھے۔ شائد اسی وجاہت پر بھروسہ کر کے عبداللہ نے سوچا ہو کہ میں یہاں رہ کر فرزند رسولؐ کی زحمتوں کو کم اور قتل کو ٹالنے کی کوششوں میں کامیاب ہو سکوں گا۔ انہوں نے حضرت سید الشہداؑ کی کوشش میں۔ کوئی کمی اٹھا نہ رکھی۔ شائد جناب زینب نے فرمایا ہو۔ عبداللہ آپ بیمار ہیں۔ گھر میں رہیں۔ مگر میرے ماں جائے سے غافل نہ رہیے گا۔

رسول اللہؐ کی امانتیں، سیدہؑ کی دولت، اسلام کا پورا سرمایہ، زینبؑ، ام کلثوم اور حسین علیہم السلام مکے سے صحراؤں کی طرف بڑھے۔ شعبان کے بعد رمضان المبارک بھی اسی عزت میں بسر ہوا۔ مگر یزید نے کوئی خط، کوئی قاصد نہ مدینے بھیجا نہ مکے۔ نہ کوفے نہ راستے میں کہ لوگو! کیا ستم ہے۔ تمہارے ہوتے ہوئے زینب نے وطن چھوڑ دیا؟ حسینؑ سے اس کا اختلاف سہی۔ مگر بنات نبیؐ کا احترام تو بہرحال واجب تھا۔ مگر نہیں۔ یزید مجرمانہ احکام۔ ظالمانہ فرامین کے ذریعے زینب علیاؑ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑنے کی فکریں کر رہا تھا۔

حضرت زینبؑ مدینے سے مکے، اور مکے سے طول طویل، عام شاہراہوں سے ہٹ کر جا رہی تھیں۔ مگر کہیں نہ پریشانی کا اظہار فرماتی ہیں۔ نہ آنے والے واقعات کا ہولناک تذکرہ ہے۔ حضرت مسلمؑ کی شہادت کا واقعہ سنا۔ کربلا کے قریب پہنچیں۔ حر سے ملاقات ہوئی۔ پانی کا ذخیرہ ختم ہوا۔ مگر شہزادی راضی بہ رضا ہیں۔ نہ کوئی تقریر تھی۔ نہ جزع و فزع۔ نہ بچوں کو وطن بھیجنے کا خیال آیا نہ خود کہیں منزل کرنے کی خواہش فرمائی۔ جیسے ان کا دل امام حسینؑ کے جذبات کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ کوفے کے مسافروں نے یہ خبر دی "مولا ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔

شہزادی، صابرہ، ایثار پسند، فراخ حوصلہ، بلند نگاہ اور خاموش بی بی ہیں۔ صاحب خانماں۔ خوش حالی، ہونہار، بچوں کے ہوتے ہوئے ذاتی آرام کی پرواہ نہ تھی۔"

کربلا اور بارش اشکِ غم

۲ محرم...... ۸ محرم تک جتنے دشمن آ رہے تھے۔ اتنی ہی فضا تاریک ہو رہی تھی۔ بیبیاں جو کبھی میدان جنگ میں نہ رہی تھیں شہزادیاں جو آج تک اس کس مپرسی میں مبتلا نہ ہوئی تھیں۔ آج کلمہ گویوں کے مجمع میں گھری ہیں۔ جس وقت قافلہ خیمہ زن ہوا۔ تو شہزادی نے امام حسینؑ کو بے اعتباری دنیا پر کچھ اشعار پڑھتے سنا۔ تو رونے لگیں۔ روتے روتے غش کھا کر گر پڑیں۔ امام حسینؑ بہ نفس نفیس متوجہ مداوا ہوئے۔ پانی چھڑکا۔ تسلی دی۔ ہمت دیرینہ یاد دلائی۔ شہزادی جزع فزع سے نہیں۔ حادثے کی اہمیت سے متاثر ہو کر بے ہوش ہوئی تھیں۔ رسول اللہؐ تو نے ایک ایسے ہی موقع پر فرمایا تھا۔ دل جلتا تو آنکھیں بہہ نکلتی ہیں۔ زینب علیا پر ہزار درود کہ وہ عاشورہ تک پورے ضبط و صبر کے ساتھ مشکلات کرتی رہیں۔ مگر ۹ محرم کو پھر شہزادی کی طبیعت ناساز ہوئی۔

ساتھیوں کی کمی، موت کا یقین، گھر کا اجڑنا، مجبوریوں کا عالم، بھائی کی جدائی کا تصور، سید سجادؑ کی ناسازی مزاج کے سلسلہ میں راتوں کی جاگ، پانی کی نایابی، بچوں کی بے تابی، امام حسینؑ کی تقریریں...... "دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت"۔

شبِ عاشورہ کا اول وقت تھا، غمخوار پھوپھی، بیمار بھتیجے کے سرہانے بیٹھی سید سجاد سے باتیں کر رہی تھیں۔ یہ شعر سنائی دیے۔

يا دهر اف لك من خليل
كم لك بالاشراق والاصيل
من صاحب او طالب قتيل
والدهر لا يقنع بالبديل
وانما الامر الى الجليل
وكل حي سالك سبيل

دنیا تیری دوستی پر نفرین، صبح و شام کتنے ایسے لوگ ہیں۔ جنہیں تو نے قتل ہونے یا خون بہا لینے میں مصروف کر رکھا ہے۔ دنیا کبھی بدل پر قناعت نہیں کرتی۔ دراصل حکم اللہ کا ہے۔ اور ہر زندہ اس راہ سے گزرتا ہے۔"

جناب زینبؑ نے آواز پہچانی۔ یہ شعر امام حسینؑ دوسری محرم کو بھی پڑھ چکے تھے۔ شائد آج بار باران مصرعوں کی تکرار کا یہ مقصد ہو کہ عبارتوں کی انتہا سے کہتے

ہیں۔ اور شعر کا صحیح محلِ استعمال یہ ہے۔ آج نہ نانا رسولؐ اللہ ہیں نہ بابا علی مرتضیٰؑ۔ نہ چاہنے والی ماں ہیں۔ نہ حسن مجتبےٰ سا بھائی۔ جونؓ غلام حضرت ابوذر غفاریؓ پہلو میں حاضر تھے۔ خیمہ میں آواز پہنچی۔ جو جناب امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں۔ کہ ''انہیں یقین ہوگیا۔ بابا کے لئے یہ آخری رات ہے۔ گریہ کرتے جارہے تھے۔ پھر چپ ہوگئے۔ مگر جناب زینبؑ نے بے چین ہوکر فریاد شروع کی:

''ہائے! کاش مجھے موت آجاتی۔ آج والدہ فاطمۃ الزہراؑ، بابا علی مرتضیٰؑ، بھائی حسن مجتبےٰ کا یوم وفات یاد آرہا ہے۔ ہائے آج سب کے ماتم کا دن ہے۔''

اے بزرگوں کی یادگار۔ اے خاندان کی آخری نشانی!

چادر سر سے کھسکی ہوئی، گوشۂ ردازمین پر خط دیتا ہوا، امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ امام حسینؑ نے سمجھانا چاہا۔ مگر شہزادی غش کھا کر گریں۔ افاقہ ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا بہن رونے سے کیا فائدہ؟ بہن زمین پر جو آیا ہے۔ خدا کے علاوہ کسے بقا ہے؟ بہن سوچو تو۔ نانا نہ رہے اماں دنیا سے تشریف لے گئیں۔ بابا اور بھائی نہ رہے۔ ان کو یاد کرکے صبر کرو۔ تسلی دیتے ہوئے۔ سید سجادؑ کے سرہانے لائے اور بیٹے کے پاس بٹھا کر اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

ساتویں سے پانی بند تھا۔ رات بھر کی مہلت تھی۔ سب عبادت میں مصروف تھے۔ شہزادی بیمار بھتیجے کے سرہانے بیٹھی۔ ایک امام کی نیابت۔ اور ایک امام کی تیمارداری میں مصروف، تسبیح و یادِ خدا میں رات بھر جاگتی رہیں۔

خیمے میں تقریریں ہوئیں، وفاداری نے امام کے تاثرات دیکھے۔ اپنی جاں نثاری کا یقین دلایا۔ شہزادی نے اپنے شیروں اور حسینؑ کے دوستوں کی استواری دیکھی۔ بچوں اور بھائیوں کو صبح کے لئے ہدایتیں فرمائی ہوں گی۔ رات گزری صبح کی روشنی اور اذان کی آواز فضا میں پھیلی۔ خدا ہی جانتا ہے کہ زینبؑ کا کیا عالم تھا۔ بچے پیاس سے نڈھال، بچیاں اداس، بیمار غش میں تو تھے ہی کہ میدان جنگ گرم ہوگیا۔ کسی کا شوہر مارا گیا۔ کسی کا بھائی شہید ہوا۔ کسی کے بیٹے نے جان دی۔ امام حسینؑ باہر اور جناب زینبؑ اندر ان لاوارث عورتوں کی تسلی و تعزیت کے لئے تھیں۔ وہ اپنا غم بھول گئی تھیں۔

خبر آئی...... شہزادی! تصویر پیغمبر خون میں نہا گئی۔ قاسمؑ شہید ہوئے، عباسؑ نے جان قربان کردی...... زینبؑ کی ضعیفی اور لاوارثی کا عالم، بھرے گھر کی ویرانی، اپنے بیٹوں کا غم تو دل پر کیا ہوتا۔ علیؑ و فاطمہؑ، حسن و حسینؑ کی اولاد کا ماتم کرنے والا کون تھا۔ زینبؑ فاطمۃ الزہراؑ، ام البنین، ام فروہ، شہربانو غرض سب کی جگہ تھیں۔ ہر ایک کا پرسہ لیا۔ ہر ایک کو تسلی دینا، بھائی کے لئے دعائیں کرنا۔ بھتیجے کی خبر گیری...... ایک زینب اور دنیا بھر کا غم، اسلام کی فکر...... لیکن زینب ہراساں نہ تھیں۔ جوں جوں خیمے خالی ہوتے جاتے تھے۔ شہزادی کی ذمہ داری بڑھتی جاتی تھی۔ میدان میں امام حسینؑ کے چہرے کا رنگ دمک رہا تھا۔ خیمے میں زینبؑ کا غم اور استقلال بڑھ رہا تھا۔ امام حسینؑ نے آخری استغاثہ بلند کیا اور شہزادہ علی اصغرؑ کو لے کر حاضر ہوئیں۔ علی اصغرؑ کے بعد امام حسینؑ آمادۂ شہادت ہوئے۔ اسلام کی سوکھی ہوئی شہ رگ میں حسینؑ کے آخری خون کا قطرہ درکار تھا۔ سید الشہداء علیہ السلام نے اتمام حجت، آخری تقریر اور آخری جملہ کے بعد حضورِ خداوندی کے لئے قبلہ رخ ہوکر تکبیر کہی۔ اللہ اکبر کی آواز خدا جانے کہاں کہاں پہنچی۔ کس کس نے اس آواز کو سنا۔ چلتی ہوئی ہوائیں رکیں۔ اور کچھ دیر کے بعد شہزادیوں نے وہ آواز سنی۔ جس نے رگِ دل توڑ دی...... حسینؑ شہید ہوگئے۔

امام حسینؑ نے وقتِ وداع بہن سے بہت کچھ کہا ہوگا۔ وہ مکالمہ نہ تاریخ میں آیا۔ نہ آنا چاہیے تھا۔ آنے والے واقعات، طریق کار کی تعین، دلدوز مناظر سے باخبری، دونوں بہنوں کے فرائض ایسے نہ تھے۔ جو دوسرے سن سکتے۔

حضرت زینبؑ بہت روئیں۔ مگر یہ گریہ و بکا، اظہارِ غم کا وقت اب نہ تھا۔ امام حسینؑ کے بعد شہزادی ہی تو ذمے دار حرم تھیں۔ مقصد شہادت کی تکمیل، بچوں کی نگہداشت و بیبیوں کا خیال تھا۔ عصر کے بعد خیموں میں آگ لگی۔ تو سب کی پردہ داری کا انتظام، حفاظت سے نبھانا۔ رات بھر بچوں کو بہلانا۔ صبح کو قافلہ تیار کرنا۔ لاشہائے شہداء سے رخصت ہونا۔ کوفے جانے کا تہیہ۔ سب باتیں حضرت زینبؑ سے متعلق تھیں۔

بنت علیؑ امیر المومنین کے دار الخلافہ میں

عمر بن سعد نے اہل حرم کو بڑے ظلم و ستم کے ساتھ بظاہر قیدیوں کی طرح دمشق بھیجنے کے لئے کوفے روانہ کیا۔ کوفہ وہی شہر ہے جسے چھاؤنی سے مدنی، علمی، عدالتی و تعمیری درجہ امیر المومنینؑ نے مرحمت فرمایا۔ جہاں حضرت زینبؑ کی حیثیت ''امیرۃ الکوفہ'' کی تھی۔ ان کا گھر فقیروں کی سرا، غریبوں کی پناہ گاہ امیروں کا مہمان خانہ تھا۔ خود امیر المومنینؑ بھی ان کے یہاں مہمان ہوا کرتے تھے۔

آج ...... جناب زینبؑ بنی ہاشم کی سیدہ بی بی، پردہ نشین، عفت مآب مخدرات عظمت کو کیسے تیسوں، بچوں اور بچیوں کے بیچ میں بے پردہ عماریوں پر حیا کی چادریں اوڑھے اوڑھائے تماشائیوں سے ہوکر گزری جارہی ہیں۔ کوفے والے اظہار مسرت پر مجبور ہیں۔ کچھ شرمندہ، کچھ شاداں، کچھ رو رو رہے ہیں، کچھ ہنس رہے ہیں۔ عورتیں اپنے گود کے لاڈلوں پر سے کھجوریں صدقہ کر کے ایتام محمدؐ کی توہین کر رہی ہیں۔ حضرت زینبؑ کی بہن ام کلثومؑ فرمارہی ہیں۔ ''کوفے والو! یہ صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے''۔

حضرت زینبؑ انتہائی وقار کے ساتھ اس قافلے کی قائد، بچوں اور جوانوں کی نگران، جنگ کا رنگ دیکھیے امام کے کام کو مکمل کرنے کی دھن میں آگے بڑھ رہی ہیں۔ تھکن، ماندگی و عاجزی کی ایک شکن بھی ماتھے پر نہیں۔ کام ایسا کہ مردوں کے زہرے آب ہو جائیں۔ صابروں کے قدم ڈگمگا جائیں۔ مگر کربلا، جہاں مصیبتیں اٹھانے میں زینبؑ اپنے بہادر و صابر بھائی کی بہادر و صابر بہن تھیں۔ ان کے نرم و مہربان دل مستقبل کے لئے چٹان سے زیادہ مضبوط۔ ان کے چھوٹے چھوٹے قدم آج تیزی سے منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ گریہ وبکا کے طوفان میں وہ حسینؑ کی تصویر اور چشنے والوں کے غم غفیر میں علیؑ کا دھوکا ہو رہا تھا۔ نصرت حق، سربلندیٔ ایمان، بنائے لا الہ الا للہ کی استواری کیلئے زینبؑ اپنے آپ کو بھول چکی تھیں۔

تماشائی ایک لمحے کے بعد رونے لگے۔ اور شہزادی نے سید سجاد کی صدا سنی۔

ارے! تم لوگ رو رہے ہو۔ یہ بتاؤ۔ تمہارے علاوہ ہمیں کس نے قتل کیا ہے؟

جناب زینبؑ اس جملے کی شرح اور ماضی و مستقبل کے پردے چاک کرنے کے لئے گوہرفشاں ہوئیں۔

''خاموش''۔

بجتی گھنٹیاں، چلتی سانسیں، دہن کی صدائیں رک گئیں۔ اور زینبؑ کے علیؑ کے لہجے حسینؑ کی جرات سے تقریر شروع کی۔ اللہ کی حمد ...... بابا محمد مصطفےٰ پر خدا کی رحمتیں ...... (پوری تقریر کے لئے میری کتاب ''جہاد حسینی'' طبع کراچی ۴۴)

کوفہ میں ابھی وہ لوگ تھے جنہوں نے امیر المومنین کی تقریریں سنی تھیں۔ امام زین العابدین نے گواہی دی۔ مجمع کے کہ بنت امیر المومنین کے تیور، لہجے، زبان، بیان، طرز ادا، عنوان بیان کی وہی شان ہے۔ جو خطیب ممبر سلونی کے بعد نہ دیکھی نہ سنی۔ ایک ایک جملے نے بے حیا تماشائیوں کو رسوائیوں کے آئینہ بنا دیا۔ قافلہ آگے بڑھا۔ لوگ مورت بنے کھڑے تھے۔

عبیداللہ بن زیاد کا دربار، دشمنوں کا جم غفیر، سردار یزید کے جاسوس، شام کے امیر بن زیاد کے سامنے بیٹھے ہیں۔ حضرت زینبؑ کے سامنے عجیب منظر ہے۔ کافروں نے لڑائیوں کا دور دیکھا تھا۔ جمل وصفین کے معرکے دیکھے تھے۔ کبھی یہ نہ سنا تھا۔ کہ کوئی قافلہ اس طرح رسولؐ اللہ کے سامنے آیا۔ امیر المومنینؑ نے کسی موقعہ پر یہ نہ کہا تھا۔ وارثوں کے سر اور گھر والے قید۔

زید ابن ارقم اور ابن زیاد سے مکالمہ ہوا۔ زینبؑ خاموش دیکھتی رہیں۔ کچھ فدا کار عورتوں نے اپنی مخدومہ کو حلقے میں لے لیا تھا۔ ابن زیاد نے گرجتی آواز میں پوچھا: یہ کون ہے؟

تین مرتبہ پوچھا گیا۔ مگر جواب نہ ملا۔ آخر کسی عورت نے کہا یہ ''زینبؑ بنت فاطمہؑ''۔

ابن زیاد کہنے لگا۔ خدا کا شکر جس نے رسوا کیا۔ اور تمہارے دین کو جھٹلایا۔

شہزادی عالم نے فرمایا۔ ''الحمد الله الذی کرمنا بحمد و طهرنا تطهیر انما یفقح الفاسق دیکذب الفاحر و هو غیرنا''۔ الحمدللہ! اس نے محمد مصطفےٰ سے ہمیں سرفراز فرمایا۔ ہمیں عیب سے بری پیدا کیا۔ ہمیشہ بدکاری رسوا اور جھوٹے ہی جھٹلائے جاتے ہیں۔ اور وہ ہمارے غیر ہیں۔

ابن زیاد: دیکھا اللہ نے تمہارا کیا حال کیا؟

حضرت زینبؑ۔ ان لوگوں پر خدا نے جہاد کرنا اور قربانیاں پیش کرنا فرض کی تھیں۔ وہ اپنی قربان گاہ میں آ گئے۔

اب خدا تمہیں اور انہیں قیامت میں روبرو کرے گا۔ انتظار کرو۔ وہاں فیصلہ ہوگا۔ دیکھو کامیاب کون ہوتا ہے؟

جناب زینبؑ نے اس موقع پر غیر مبہم لفظوں میں اپنی کامیابی کا اعلان کرتے ہوئے بتلایا۔ کہ کربلا والے گلے کٹائے سو رہے ہیں۔ مگر ان کا خون ناحق میری زبان سے حق کا کلمہ پڑھوا رہا ہے۔ ان کے دشمن رسوا اور دوست کامیاب ہوئے ہیں۔ زیاد کا بیٹا غصے سے کانپنے لگا۔ تیور بدل گئے۔ عمر بن حریث نے کہا۔

''عورتوں کی باتیں قابل مواخذہ نہیں۔ جانے دو''۔

جناب زینبؑ دوبارہ گوہرفشاں ہوئیں، تیور میں جاہ و جلال، لہجے میں پردلی تھی۔

''ابن زیاد! بڈھوں کو قتل کر چکا۔ گھر تباہ کر دیا پردہ نشینوں کو دربدر کیا۔ شاخیں

کاٹ ڈالیں۔ جڑیں اکھاڑ دیں۔ نہ بچے چھوڑے نہ جوان۔ اگر یہ باتیں سکون و شفا کا سبب ہیں۔ تو ٹھیک ہے؟"

ابن زیاد مجرم تھا۔ شہزادی نے مختصر لفظوں میں اس کے کردار بد سے پردہ اٹھایا۔ ابن زیاد غصے میں پیچ و تاب کھانے لگا۔ اپنی رسوائی چھپانے کے لئے کہا

"هذا سجاعته و قد كان ابوها اسجع منها"

شہزادی کی عظمت پر جلالتیں قربان۔ ابن زیاد سے اپنے والد کی فصاحت و بلاغت کا کلمہ پڑھوایا۔ اور اپنی عالمانہ شان کے سامنے سجدہ کروالیا۔

ابن زیاد گھبرا گیا تھا۔ اس نے امام زین العابدینؑ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا:

تمہارا نام؟...... فرمایا...... علی بن حسینؑ!

ابن زیاد: اچھا، اللہ نے حسینؑ بن علیؑ کا فرزند علی علیہ السلام کو قتل نہیں کیا؟

فرمایا: ہاں تیرے غلاموں نے میرے ہم نام بھائی کو قتل کیا۔

ابن زیاد: نہیں...... نے قتل کیا۔ (الملک اللہ)

امام: **الله يتوفى الانفس هين موتها وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله۔**

ابن زیاد: قتل کر دو انہیں

سرکار معصومہ عالم کی صاحبزادی نے اپنا اہم ترین فرض۔ امام زمانہ کی حفاظت کا کام انجام دیا۔ اور حاکم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "ابن زیاد! ہمارے خون تیرے لئے کافی ہیں۔ کیا ابھی تھکا نہیں؟ کیا تجھے ابھی سکون نہیں ملا؟ کیا ہم میں ابھی کوئی باقی ہے؟ اگر خدا کو مانتا ہے۔ تو اس فرزند کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے؟"

ابن زیاد شرمندہ ہو گیا، شہزادی نے حریت، غیرت و عفت کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ فتح نے قدم چوم لئے، خونخوار سفاک، جابر حاکم حکم واپس لینے پر مجبور ہو گیا۔

اہتمام روانگی دمشق میں اہل بیت کوفے میں مقید رہے۔ دشمنوں نے آرام کیا۔ شہزادیاں جلائے آرام رہیں۔

یزید کی راجدھانی میں

دمشق رومیوں کا شہر ہے۔ سلاطین کج کلاہ و کافران ظلم پناہ مدتوں یہاں رہے معاویہ بن ابی سفیان نے تقریباً ربع صدی پہلے اس علاقے کو فتح کیا۔ اور مدت سے یہاں اہم منصب پر سرفراز رہے۔ حضرت عمر کے زمانے میں وہ ہرقل کی آن بان کے مالک تھے۔ انہیں تنبیہ کی گئی۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ امیر المومنین کے عہد میں وہ باغی اور خود مختار ہو گئے۔ حضرتؑ کے زمانے میں وضع حدیث، آل محمدؐ کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان یہیں سے اٹھتا تھا۔ ہر صحابی سے حدیث نبوی نقل ہو سکتی تھی۔ لیکن امیر المومنینؑ سے نقل روایت منع تھا۔ لوگ اگر روایت کرتے تھے تو ان لفظوں میں "ایک صحابی رسولؐ نے کہا"۔ قرشی شھر نے کہا اور بعض لوگ "ابوزہیب" کہا کرتے تھے۔ (ارشاد مفید) یہی شہر ہے۔ جس نے سب و شتم کی منحوس بدعت شروع کی۔ امیر المومنینؑ پر سب و شتم افتراء و بہتان کے لئے یہاں کی مسجدوں کے منبر مخصوص تھے۔ آج اولاد علیؑ و نبیؐ اسی شہر میں قیدیوں کی طرح لائی گئی۔ بازار آراستہ راستے سجے ہوئے، شہر میں جشن یزید فاسق و فاجر زانی و بدکار۔ ظالم و قاتل حضرت امام حسینؑ کرسئ حکومت پر......

جناب ام کلثوم نے فرمایا: "ظالمو! ایسے راستے سے لے چلو۔ جہاں تماشائی کم ہوں۔" مگر یہ فرمائش پوری نہ کی گئی۔

شاہراہ اعظم سے ہوتے ہوئے جامع مسجد کے قریب پہنچے اور یہاں انتظار اجازت میں کھڑے ہوئے۔ راستے بھر کیا ہوا؟ تاریخ میں وہ واقعات موجود ہیں۔ جناب زینبؑ اکثر خاموش رہیں۔ امام زین العابدینؑ لوگوں کو اپنی عظمت کربلا کے واقعات۔ یزید کے مظالم۔ اسلام کی کس مپرسی کا حال سناتے رہے۔ دربار میں پہنچے تو کسی نے یزید کو مبارکباد دی۔ کسی نے سر مبارک حضرت سید الشہداء پیش کیا کسی نے آل محمد پر طنز کیا۔ ایک شخص نے امام سے مزاج پرسی کی تو امام نے فرمایا۔ وائے ہو تجھ پر، تم لوگوں میں ہمارا حال تو وہ ہے جو بنی اسرائیل کی حالت فرعونیوں کے زمانے میں تھی۔ بالفاظ قرآن...... بچوں کو ذبح کرتے...... اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے (آیۃ) عرب عجمیوں پر ناز کرتے تھے۔ کہ محمد مصطفےٰ عربی ہیں۔ قریش عربوں پر فخر کرتے تھے کہ آنحضرتؐ ہم میں سے ہیں۔ لیکن ان کی اولاد بے یار و مددگار ہے۔ خدا نے دشمنوں کی زیادتی۔ آپس کے اختلافات اور اعداد کی دراز دستیوں کی فریاد!

فتح کی مبارک دیتے ہوئے ایک شخص نے کہا: "یہ سامنے کھڑی لڑکی...... دیدے؟"

امام حسینؑ کی شہزادی، چاہنے والی پھوپھی کی طرف متوجہ ہوئیں۔ زینبؑ جو کوفے میں۔ حضرت سید سجادؑ کی حمایت و حفاظت فرما چکی تھیں۔ یہاں بھی آمادۂ اظہار حق

تمہیں تسلی دیتے فرمایا۔ ”بخدا! تو جھوٹا اور ملعون ہے، نہ تجھے یہ اختیار ہے نہ یزید کو“۔ یزید نے مشتعل ہو کر کہا ”غلط ہے، بخدا مجھے حق ہے اگر چاہوں تو دے دوں“۔ جناب زینبؑ نے فرمایا ”خدا کی قسم تجھے ہرگز یہ حق نہیں، ہاں ہمارے دین کو کھلم کھلا چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرے تو اور بات ہے۔“ یزید...... اس طرح مقابلہ کرو گی...... اور...... بے دین تھے“۔ خواہر سید الشہداء نے شیرانہ طیور میں فرمایا ”بدين الله وبدين ابی ودين اخی اهتديت انت وابوك وجدك“ یزید! تو، تیرا باپ، تیرا دادا، میرے بابا، میرے بھائی۔ میرے نانا کے دین کو انہی کے طفیل میں پہچان سکے۔“ یزید کے پاس جواب نہ تھا۔ وہ بداخلاقی پر اتر آیا۔ برا بھلا کہنے لگا۔ شہزادی یہ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔ ”انت امير مسلط لشتم ظالما و تقهر بسلطانك“ ہاں تو زبردستی حاکم بنا ظلم کے ساتھ گالیاں بک رہا ہے اور اپنے قہر کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ شہزادی کی یہ بات اہلِ دل، اربابِ نظر اور ماضی و مستقبل کے واقعات کے لئے ایک دائمی نشانِ راہ ہے۔ اس سے زیادہ اسلام و ایمان کی ترجمانی، کربلا والوں کے مقصد کا بیان کیا ہوگا۔ یزید شراب پیئے مستی میں ابن زبعری کے شعر پڑھ رہا ہے۔ دین کا مذاق ہو رہا ہے۔

ليت اشياخی بيدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل
فاهلوا واستهلوا فرحا
ثم قالوا يا يزيد لا تشل
لعبت هاشم جا لملك فلا
ملك جاء ولا دی نزل

کاش میرے بزرگان وقت اس وقت ہوتے۔ جب خزرجی نیزوں کے لگنے سے چیخ رہے تھے۔ یقیناً خوش ہوتے اور کہتے ”یزید شاباش“ ہاشم والے ملک سے کھیل رہے تھے۔ نہ اس پر کوئی فرشتہ آیا نہ وحی یہ سن کر مخدرۂ کربلا نے ایک طویل خطبہ دیا۔ حمد و ثنائے خدا! نعت و منقبت رسولِ خدا کے بعد..... خدا نے سچ فرمایا۔ بدکاروں کا نتیجہ اس لئے برا ہے کہ آیاتِ خدا کو جھٹلائے اور ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ دیکھئے ”جہادِ سنی“ میں ۶۷ طبع کراچی۔

تقریر سن کر یزید کے چہرے کا رنگ اتر گیا۔

شہزادی قید خانۂ یزید میں

حضرت زینبؑ کی تقریر نے دل دہلا دیئے، آنکھیں اشک آلود کر دیں۔ ہنسنے والوں کو رلا دیا۔ یزید دربار سے اٹھ گیا۔ شہزادیوں کے لئے حکم دیا کہ قید خانے بھیج دی جائیں۔ قید خانہ اہلِ حرم کے لئے کافی تکلیف دہ تھا۔ یہ آزاد قیدی وہاں بھی ذکرِ خدا، یادِ حسینؑ، ذکرِ واقعاتِ کربلا میں مصروف رہے۔ ایک مدت کے حبس نے شہزادیوں کی صحت خراب کر دی۔ صبح و شام کا رونا، آب و خوراک کی تکلیف تھی۔ مگر ہمتیں جوان، ارادے بلند تھے۔ آخر ایک دن..... آیا کہ حکم رہائی ملی۔

زینبؑ مدینہ میں

تقریباً سال بھر مدینے سے باہر رہنے کے بعد یہ قافلہ مدینے کی طرف چلا۔ راستے میں لوگ آتے تھے۔ مردوں سے سید سجادؑ عورتوں سے شہزادی کبریٰؑ مصائب بیان کرتی رہی ہوں گی۔ شائد دمشق سے کربلا آئے۔ سب نے یہاں دل کھول کر ماتم کیا۔ کربلا سے مدینے کا سفر بڑا دور دراز تھا۔ بھرا گھر اجڑ چکا تھا۔ مدینے میں حسینؑ نہ تھے۔ مگر نانا کے روضہ پر بھی جانا ضروری کہ انہی سے رخصت ہو کر آئے تھے۔

مدینے کے نشانات دیکھتے ہی سب کا حال دگرگوں ہو گیا۔ کوئی رو رہا تھا۔ کوئی مرثیہ پڑھ رہا تھا۔ شہری ماتمی جلوس میں استقبال کو آئے۔ قافلہ اترا اور جنابِ زینبؑ نے نعمان بن بشیر کو حق رخصت کے طور پر جو کچھ تھا دے دیا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ شہزادی اس عالم بھی اپنی خاندانی عادتوں اور ذاتی سخاوت پسندی سے غافل نہ تھیں۔

مدینے والے تعزیت دینے آتے۔ بنی ہاشم صبح سے شام تک زینب کو دیکھ دیکھ روتے تھے۔ مگر زینبؑ کو غموں نے نڈھال کر دیا تھا۔

۱۴ رجب ۶۲ھ/ ۳۰ اپریل ۶۸۲ میں شہزادی نے دنیا کو الوداع کہی اور بقیع قبرستان میں ابدی آرام فرمایا۔

سراپا اور اخلاق

حضرت زینبؑ علیؑ و فاطمہؑ کی آغوش میں پلیں۔ حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ رہیں۔ وہ خانہ رسولؐ کی شہزادی، علیؑ کے گھر کی بزرگ، عبداللہ کی زوجہ، عون و محمد کی ماں، اور کربلا کی زعیم تھیں۔ انہوں نے قبل عاشورہ بھائی کی مدد کی۔ بعد عاشور دین کی نصرت فرمائی۔ اور یہی ان کی عظمت ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ زینب کا نام اور کام تاریخ اور روحِ اسلام کا جزو لازم ہے۔

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر عائشہ نے لکھا ہے:

"اب ہم حضرت زینبؑ کا سراپا تفصیل سے لکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ کیونکہ زینبؑ ہمیشہ گھر میں اور پردے میں رہی۔ انہیں کون دیکھ سکتا تھا؟ کربلا میں ان کی عمر مبارک پچپن سال کی ہو چکی تھی۔ اور خاندان بھر کا داغ اٹھائے۔ مصیبتوں سے نحیف وناتواں تھیں۔ طبری نے ایک چشم دید راوی سے نقل کیا ہے۔

ایک عورت چمکتے سورج کی طرح تیزی سے باہر آئی۔ میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینبؑ حضرت علیؑ کی بیٹی"۔

عبداللہ بن ایوب انصاری جنہوں نے ان کو مصر پہنچنے پر بعد شہادت امام حسینؑ دیکھا تھا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ چاند کے ٹکڑے کی مانند تھیں۔

حضرت زینبؑ کی شخصیت کو ان کے بیان کی فصاحت اور قوت گویائی سے سمجھنا چاہیے۔ کربلا، بازار کوفہ دمشق اور دربار ابن زیاد اور مجلس یزید کی تقریروں نے انہیں اچھی طرح متعارف کروا دیا۔ یہ خطبے، جرات واستقلال، شجاعت واستقامت، سربلندی وعلونفس کے آئینے ہیں۔ جس میں جناب زینبؑ کی مکمل تصویر نظر آتی ہے۔ دربار یزید میں حضرت زینبؑ کے موقف پر مورخین حیرت واستعجاب کرتے ہیں۔ ابن حجر نے صابہ میں آپ کے دل کی قوت اور استدلال کی چستی پر حیرت کی ہے۔

جاحظ نے خزیمہ کی زبانی کہا ہے۔ کہ اس نے زینب کبریٰ کی تقریر کوفہ میں سنی اور کہا کہ ان سے بہتر تقریر کرنے والا نہیں دیکھا۔ گویا علیؑ کی زبان ان کے دہن میں بول رہی ہے۔

وہ علم وتقویٰ، لطف ومہربانی، ایثار وسخاوت میں اپنی والدہ ماجدہ کی مثال تھیں۔ جرات وہمت صبر وضبط میں بے مثال ہیں۔ بعض روائتیں بتاتی ہیں۔ کہ عورتیں ان کی خدمت میں علم دین ومسائل سیکھنے آیا کرتی تھیں۔ لوگ ان سے روایات لیتے تھے۔ حضرت ابن عباس کی عادت تھی۔ کہ جب شہزادی سے کوئی روایت نقل فرماتے تھے۔ تو کہتے تھے۔ ہماری عقیلہ زینبؑ بنت علی نے فرمایا۔

عقیلہ حضرت زینبؑ کا مشہور لقب تھا۔ آپ کی "اولاد" "بنی عقیلہ" کہلاتی تھیں"۔

حضرت زینبؑ امام حسینؑ کی بہن، اور مددگار دین اسلام کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ تاریخ مورخ شہزادی کا نام نہ بھولا ہے۔ نہ آئندہ فراموش کر سکے گا۔

میں نے محترم عرفانی صاحب کی فرمائش کے مطابق، کربلا کی شیر دل خاتون سے متعدد مقامات پر عبارتیں نقل کی ہیں۔ جس کے لئے میں موصوف اور مترجم اردو جناب الحاج خان بہادر سید محمد عباس صاحب زیدی کا شکر گزار ہوں۔

بہت سے واقعات اور گوشے اس لئے چھوڑ دیئے۔ کہ دیگر مضامین میں وہ چیزیں آ رہی ہیں۔

بقیہ: امام زمانہ نے خاکِ شفا عطا فرمائی

"حجاز کا"

اس سے پہلے کہ میں کچھ اور دریافت کرتا انہوں نے پوچھا۔ رات میں اس وقت کس لئے یہاں آئے ہو؟

کچھ حاجتیں ہیں جن کیلئے امام زمانہؑ سے توسل کرنے آیا ہوں۔

انشاء اللہ ایک حاجت کے علاوہ تمہاری تمام حاجتیں پوری ہو جائیں گی۔ پس جب تم ایک راستہ پر چل رہے ہو تو کوشش کرو کہ ہمیشہ نماز باجماعت پڑھو۔ فقہ وتفسیر وحدیث کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرو، صلۂ رحم کا دامن چھوٹنے نہ پائے اور اساتذہ ومعلمین کے حقوق کی رعایت کیا کرو۔ میں تمہیں بطور یادگار دو اہم فائدہ مند چیزیں ہدیہ کرتا ہوں۔ قبر امام حسینؑ کی تھوڑی سی خالص خاک اور ایک عقیق کی انگوٹھی۔

اس کے بعد انہوں نے ایک انگوٹھی اور تھوڑی سی قبر امام حسینؑ کی خالص خاک مجھے دی میں نے سوچا کہ یہ شخص محترم اور مقرب بارگاہ الٰہی میں نے ان سے عرض کیا کہ وہ میرے حق میں دعا کریں۔ انہوں نے قبول کیا ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور دعا کرنے لگے۔

الٰہی بحق محمدؐ وآل محمدؐ اس سید کو خدمت دین میں کامیابی عطا فرما اس کی دعاؤں کو قبول فرما اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں قرار دے اور اس کو شیطان کے شر اور حیلہ خصوصاً حسد اور کینہ رکھنے والوں سے محفوظ فرما۔ جس وقت یہ سید عرب دعا کر رہے تھے تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے در و دیوار بھی ان کے ساتھ محو دعا ہیں اور آمین کہہ رہے ہیں اس وقت میں نے ایک ایسی حالت محسوس کی کہ اس سے پہلے کبھی میرے دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ ایک لمحہ کیلئے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہ سید کہیں وہی تو نہیں کہ جو میرے مطلوب ومحبوب امام زمانہؑ ہیں اب جو ایک دم سے متوجہ ہوا تو وہ موجود نہ تھے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ میں نے خواب میں یہ سب کچھ دیکھا ہو؟ میں نے آنکھوں کو ملا اور حواس کو بجا کیا۔ جب میں نے دیکھا کہ خاک امام حسینؑ اور عقیق کی انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے تو یقین ہوا کہ یہ سب حقیقت تھی میں اپنے محبوب کے پاس تھا ان سے گفتگو کی اور ان کے مبارک ہاتھوں سے ہدیہ حاصل کیا۔ جب کہ میں ان کو نہیں پہچانتا تھا۔

حسرت ویاس نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا اور ان کے فراق میں میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اب اگر میں سوچتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ میری تمام دعائیں پوری ہو گئی ہیں۔ سوائے ایک دعا کے جو ابھی تک پوری نہیں ہوئی ہے اور وہ ہے حج۔ ہو سکتا ہے کہ اس دعا کے قبول نہ ہونے کی علت یہ ہو کہ میں نے شرط کی تھی کہ حج کروں اور مکہ یا مدینہ کی راہ میں موت کی آغوش میں چلا جاؤں اور ان دونوں شہروں میں سے کسی ایک شہر میں دفن ہو جاؤں حالانکہ خداوند عالم نے میری موت کو کسی دوسری جگہ قرار دیا ہے۔

Scanned with CamScanner

اہلِ حرم جو شام کے دربار کو چلے
بے مقنع بیبیاں تھیں اور بال تھے کھلے
زینب یہ کہہ رہی تھیں کہ بابا ہو تم کہاں
جلد آؤ میرے پاس کہ مشکل تو یہ ٹلے
بیمار کے گلے میں بھی طوق و رسن ہے آج
نازوں کے جو پلے تھے وہ پیادہ پا چلے
کہتی تھیں یہ سکینہ کہ آ جاؤ اب چچا
چاروں طرف ہے تیرگی اور خیمے بھی جلے
اے ارضِ نینوا تو ہی رکھنا ذرا خیال
سوئے ہیں میرے لعل بھی اس خاک کے تلے
کیوں کر یہ حشر سا ہے بپا آج پھر مظہرؔ
آنسو ہماری آنکھ کے نالوں میں کیوں ڈھلے

☆......☆......☆

غم آلِ محمد کے جس بار بیاں ہوں گے
آنسو مری پلکوں سے ہر بار رواں ہوں گے
عابد سے یہ کہتے تھے سب پاؤں کے چھالے
آقا جہاں جاؤ گے ہم ساتھ وہاں ہوں گے
پانی کے لیے اصغر رن کو نہ چلے جانا
مقتل میں جو جاؤ گے واں تیر و سناں ہوں گے
مادر نے کہا شہ سے اصغر کو نہ لے جائیں
مقتل کو تو جائیں گے جس وقت جواں ہوں گے
کیا حال ہوا ہو گا زنداں میں سکینہ کا
عمو نہ جہاں ہوں گے بابا نہ جہاں ہوں گے
سوئے ہیں حرم سارے جاگیں نہ ابھی ورنہ
پھر حشر بپا ہو گا جب نوحہ کناں ہوں گے
کیا خوف ستائے گا محشر میں تمھیں مظہرؔ
غم آلِ محمدؐ کے جب وردِ زباں ہوں گے

☆......☆......☆

Scanned with CamScanner

علی کی بیٹی

محسن نقوی

قدم قدم پر چراغ ایسے جلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
کہیں بھی ایوانِ ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں
ستم کی بنیاد اس طرح سے ہلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

عجب مسیحا مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے
حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
بھٹک رہا تھا دماغِ انسانیت، جہالت کی تیرگی میں
جنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

دکانِ وحدت کے جوہری دم بخود ہیں اس معجزے پہ اب تک
کہ سنگریزوں کو آبگینے بنا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
خبر کرو اہلِ جور کو اب حسینیت انتقام لے گی
یزیدیت سے کہو، سنبھل جائے، آ گئی ہے علیؑ کی بیٹی

نبیؐ کا دیں اب سنور سنور کے یہ بات تسلیم کر رہا ہے
اجڑ کے بھی انبیاء کے وعدے نبھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
نہ کوئی لشکر، نہ سر پہ چادر، مگر نجانے ہوا یہ کیونکر
غرورِ ظلم و ستم کے پرزے اڑا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

پہن کے خاکِ شفا کا احرام، سر برہنہ طواف کر کے
حسینؑ! تیری لحد کو کعبہ بنا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
کئی خزانے سفر کے دوران کر گئی خاک کے حوالے
کہ پتھروں کے جڑوں میں ہیرا چھپا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

یقیں نہ آئے تو کوفہ و شام کی فضاؤں سے پوچھ لینا
یزیدیت کے نقوش سارے مٹا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
ابد تلک اب نہ سر اٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
غرورِ شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

گزر کے چپ چاپ لاشِ اکبرؑ سے پا برہنہ رسن پہن کر
خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کو رُلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
مَیں اس کے در کے گداگروں کا غلام بن کر چلا تھا محسن
اسی لیے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

شب عاشور۔ کربلا

وہ رات۔ وہ فرات۔ وہ موجوں کا خلفشار
عابد کی کروٹوں پہ وہ۔ بیچارگی کا بار
وہ زلزلوں کی زد پہ خواتین کا وقار
اصغرؑ میں پیچ و تاب وہ۔ جھولے میں بار بار
اصغرؑ میں پیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا
وہ دل دھڑک رہا تھا رسالتمآبؐ کا

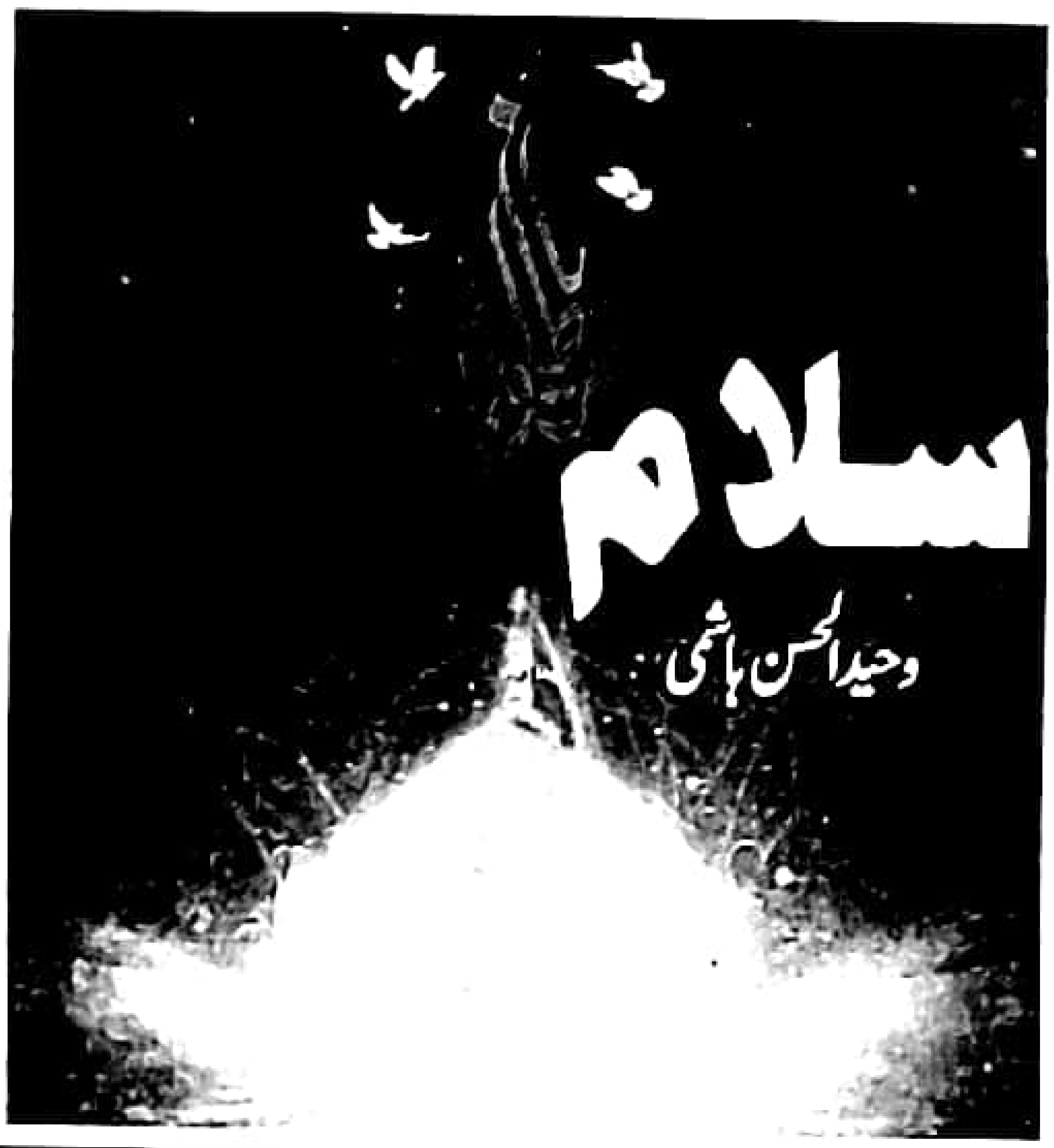

دونوں جہاں میں کون بشر ہے حسینؑ سا
آئے نظر کہیں تو اگر ہے حسینؑ سا
جس کو رسول پاکؐ نے اپنا پسر کہا
کس کا جہاں میں لختِ جگر ہے حسینؑ سا
جس نے اجل کے سامنے ہنس ہنس کے بات کی
سینے میں کس کے آج جگر ہے حسینؑ سا
بچے کو لے کے آ گئے فوجوں کے سامنے
ڈر کی فضا میں کون نڈر ہے حسینؑ سا
جس نے سلف کے سارے عمل جگمگا دیے
بتلاؤ کون نورِ نظر ہے حسینؑ سا
ملتی ہے جس کے نور سے خورشید کو حیات
بولو وہ کون رشکِ قمر ہے حسینؑ سا
بڑھے قدم نہ راہِ وفا میں کہیں رکے
کس کے جگر میں عزم سفر ہے حسینؑ سا
بے چین اک سر کے لیے کیوں ہوا یزید
وہ جانتا تھا حامل سر ہے حسینؑ سا

غم حسینؑ کا مقصد بدل نہیں سکتا
خیال جل گئے پیغام جل نہیں سکتا
نہ شہ کو صبحِ الم سے ڈرا شب عاشور
حسینؑ کہہ دیں تو سورج نکل نہیں سکتا
یہ بات بھول گئے دشمن ابو طالبؑ
رسولؐ کفر کے دامن میں پل نہیں سکتا
بنا ہے اب دل مومن حسینؑ کا مسکن
یہ گھر کسی کے جلانے سے جل نہیں سکتا
طلب کریں نہ کسی بد نہاد سے الفت
زمیں ہو شور تو پودا نکل نہیں سکتا
اسی کا دعویٰ عشق حسینؑ ہے محکم
جو مر تو سکتا ہے لیکن بدل نہیں سکتا
یہ کم سنی، یہ سکینہؑ کا جذبہ تنظیم
جگر میں درد ہے آنسو نکل نہیں سکتا
نکل تو آئے گا ناوک گلوئے اصغرؑ سے
مگر ربابؑ کے دل سے نکل نہیں سکتا